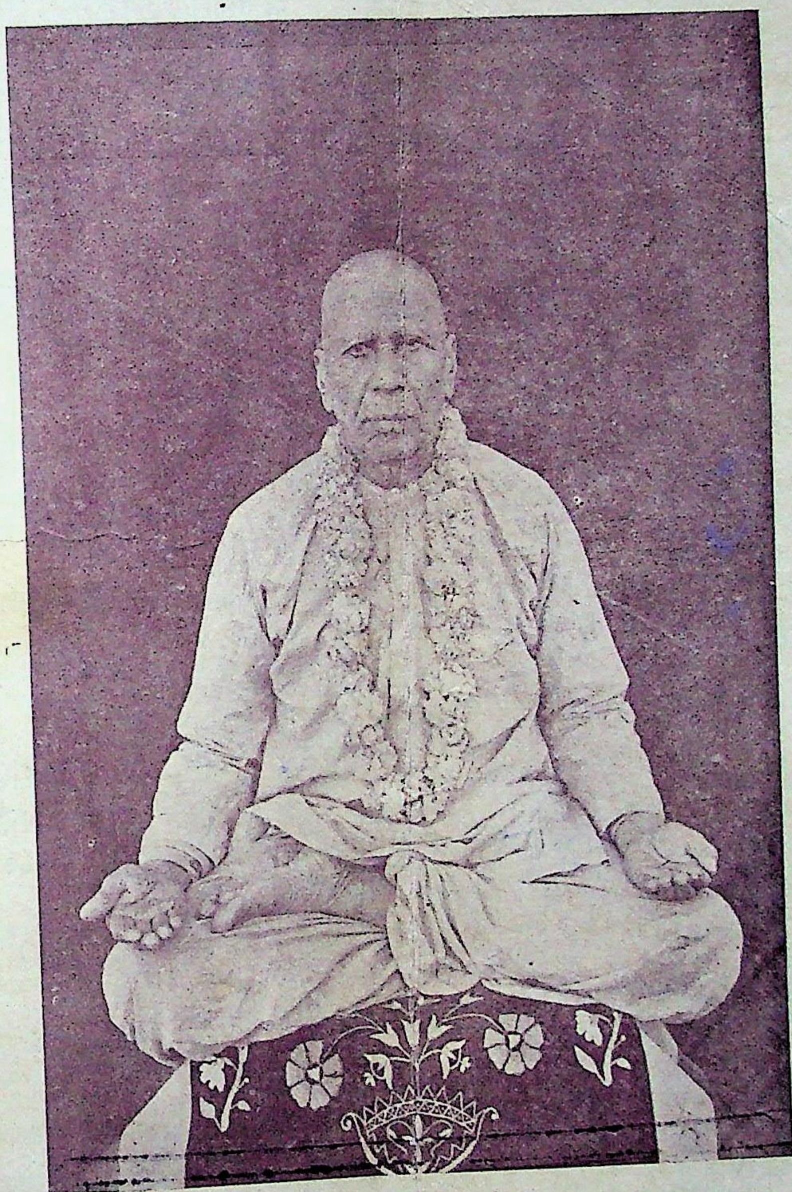
JULY 1971





श्री स्वामी गोविन्दानन्द जी



بیاس پوجا یعنی گورو پورنما نمبر

فہرست مضامین

بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۷۱ء

چندہ سالانہ 15/ روپے

وی پی منگوانے پر 2/ روپیہ زائد یعنی سترہ 17/ روپے

ممالک غیر سے 25/ روپے

رقم بذریعہ فارن پوسٹل منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کریں (پوسٹل آرڈر یا چیک ارسال نہ کریں)

ایڈیٹر

گورکھ ناتھ نندہ

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر پرنٹر پبلیشر و مالک سوز لیتھو پریس پٹودی ہاؤس دہلی 6 سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی مکان ۶۲-۲ سے شائع کیا۔

اوم اوم

گورو پوجا

از قلم شری لوکناتھ جی دل۔ دہلی

ویاس پورنما کے دن شری ویاس جی کی پوجا ہوتی ہے۔ اور اُن کی ہی اپنے شری گورو دیو میں بھاؤنا کی جاتی ہے۔ پوجا کی جاتی ہے۔ چندن سے دھوپ دیپ سے پھولوں سے۔

۱۔ سد مارگ دکھلانے والے سد مارگ پہ چلانے والے
کر کے دور اندھیرا سارا اُجولتا میں لانے والے
کروں ایسے گورو دیو کی پوجا
جن سمان جگ میں نہیں دوجا

۲۔ پربھو کا بھید بتانے والے پربھو سے میل کرانے والے
جن کے لئے ترس گئیں آنکھیں اُن تک جو پہنچانے والے
کروں ایسے گورو دیو کی پوجا
جن سمان جگ میں نہیں دوجا

۳۔ کلی کو پھول بنانے والے مسکانا سکھلانے والے
آشا کی پھیکی راہوں پر سندر سمن کھلانے والے
کروں ایسے گورو دیو کی پوجا
جن سمان جگ میں نہیں دوجا

۴۔ جیون مدھر بنانے والے جیون کو سرسانے والے
جیون کی سونی راتوں میں چندر کلا بکھرانے والے
کروں ایسے گورو دیو کی پوجا
جن سمان جگ میں نہیں دوجا

۵۔ دل میں پیار جگانے والے دل کی آس بجھانے والے
دل بھٹکا تھا جن کو تج کے اُن سے سوئم ملانے والے
کروں ایسے گورو دیو کی پوجا
جن سمان جگ میں نہیں دوجا

خطوطِ گوبند

ازقلم شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنندجی مہاراج

خط نمبر ۳۰۴ — از جموں — ۸ ساون سمت ۱۹۹۴ ف

نوٹ۔ یہ خط مہاتما دولت رام (موجودہ سوامی شاشوت آنندجی) نے پوجیہ سوامی جی کو ارسال کیا تھا)

بیاس پوجا بھینٹ

پرم پوجیہ ہردیہ سمراٹ ست گورودیو شروتری برہم نیشٹھی شری ۱۰۸ اشری سوامی جی مہاراج ادم اننت نمسکار۔ ڈنڈوت پرنام۔ جے سچدانند۔

بیاس پوجا کا یہ پرم پوتر دن سوبھاگیہ وش پھر پراپت ہوا ہے۔ جس سے شری شری ۱۰۸ بھگوان وید ویاس جی مہاراج تنھا آپ کی پرم انوگرہ ثابت ہے۔ دراصل انوگرہ یہی ہے۔ کہ اگیان اندھکار نورت ہوکر برہم ودیا کا اُجالا چاروں طرف ہو رہا ہے۔ اور تمام نام روپ عین اسنی بھانتی پرتیہ روپ ہوکر بھاس رہا ہے۔ اگرچہ اگیان کال میں بھی یہ ستا پروکش وت اپروکش ہی تھی۔ جیسا کہ رجو سرپ میں کیول رجو ہی اگیان کال میں بھی موجود ہے۔ مگر اگیان وش ان ہوتا سرپ اسکی جگہ پرتیت ہو رہا تھا۔ جس کے باعث خوف اور تھر تھراہٹ ہو رہی تھی۔ مگر ابیہ سمئے گورودیو کی کرپا سے وستو کا نِتھار تھ بودھ پراپت ہوا۔ اور یہ سدھ ہوا کہ ماضی (بھوت کال) حال (ورتمان کال) اور مستقبل (بھوشیت کال) تینوں زمانوں میں ہی بیخ کوش اتیت اور تینوں دیہوں کی قید سے آزاد تھا۔ مگر وہم کے باعث تمام سنسار روپی درشیہ موجود اور میرا اپنا آپ نابود سا ہو رہا تھا۔ آپ تمام سنسار کے بے غرض ہتکاری اور چشمۂ فیض نے نظر عنایت کی تو اندرونی آنکھوں کا موتیا بند رفع ہوکر اصلی نظر پراپت ہوئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ سہ

جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے — بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ

کیونکہ آتم وستو دیکھنے سننے اور جاننے میں نہیں آسکتی۔ اور جاننا اصل میں یہی ہے۔ کہ "میں" جاننے والا کسی کے جاننے یا دیکھنے میں نہیں آسکتا۔

جب تک یہ خیال تھا۔ کہ جانیں اور سمجھیں گے تب تک کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اور نہ جانا گیا۔ جب شری وید ویاس جی مہاراج دوارہ مرتب وید انت شاستر اپنشد گیتا آدک تتھا مہرشی وششٹ جی مہاراج کرت مہا رامائن و شنکر آچاریہ جی مہاراج کا سدھانت شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے انوبھو سے مل ملا کر گوبند پرکاش کے روپ میں پرکاشت ہوا۔ تو گیان روپی ... شری گورودیو روپی چندا کاش کے اندر سے چمکا تب عجائب العلم آدک کے مصنف

شری باوا انگینہ سنگھ جی کی طرح یہ کہنے کی جرات پیدا ہوئی کہ مہاکاش میں جگنو وت یہ برتی ہر شے گرجا اور قلب اور دماغ کی صورت میں تمام سنسار کو اپنے اندر لئے ہوئے تھی۔ اس کے اندر باہر اور نیچے دائیں بائیں اُس کا پرکاشک ہیں ست گیان آنند اور پُورن رُوپ برہم ہُوں۔ اس کے بھاو ابھاو کو گیان کے پرکاش سے پرکاشت کر رہا ہُوں تو لا انتہا جگہ میں لا انتہا سُکھ کا سرُور پایا جس کا بیان زبان سے محال بلکہ ناممکن ہے۔ اور عملی طور پر یہ صدا نکلی ....

"انا الحق" "اہنگ برہم اسمی"، اور معلوم ہُوا کہ شری ست گورو دیو بار بار اسی حقیقی دید کو ہدایت کرنے کے لئے اشارہ فرمایا کرتے تھے "تت توم اسی" اور یہی اپنا آپ کہیں ایشوری نام رُوپ سے موسوم تھا۔ اور کہیں جیو بھاو میں اپنے آپ کو مان رہا تھا۔ بلکہ یہی مطلق تمام مقید حالت میں سنسار کے نام رُوپ میں ظاہر تھا۔ یہی سائر سیر عرُوجی اور نزولی (انفسی و آفاقی) کے اندر سیر کرتا ہُوا کبھی اسنگ اور اڈول الوہیہ رُوپ ہے۔ یہ تمام سیریں ناسوت ملکُوت اور جبروت واحد لاہوت میں پہنچانے بلکہ ہاھُوت پر رسا کرنے کا زینہ ہیں۔ اور ان تمام کثرت وغیرہ کے اندر ظاہر ہوتا ہُوا اخفا میں اظہار کا جلوہ ظاہر کر رہا ہے۔ بقول حضرت نیاز ؎

چادر سے موج کی نہ چھپے چہرہ آب کا
برقع حباب کا نہ ہو برقع آب کا
اپنا حجاب آپ ہے تو اے میاں نیاز
اُٹھنے میں تیرے ہوتا ہے اُٹھنا حجاب کا

اس حقیقی راز کے افشا ہونے پر یہ سِدّھ ہو گیا۔ کہ کا ئیک واچک مانسک شبھ اشبھ دھرموں سے انیت سب کا پرکاشک میں شدھ گیان سروُپ اَمرت رُوپ اور اتیندریہ प्रतीन्द्रिय (اندریوں سے رہت) ہُوں۔

اس بودھ کی آپ دوارہ بتلائی ہوئی یکتی تمام سنسار کو چدولاس رُوپ جانتا ہے پھر سُکھ دُکھ کہاں؟ کیونکہ بقول بھگوان وششٹ جی مہاراج ۔

चिद्विलासः प्रपञ्चोऽयं सखेते दुःखदा कथम् ।
किमिन्द्र वारुणि राम सितया कटुकीकृता ॥

ہے رام جی۔ پرپنچ کیا ہے کیول چیتن دیو کا ولاس ماتر ہے پھر یہ دُکھدائی کیسے ہوسکتا ہے۔ کیا کھانڈ کی بنی ہوئی اندرائن کڑوی ہوتی ہے؟ نہیں نہیں وہ تو عین کھانڈ ہونے سے میٹھی ہی ہے۔

हरि रेव जगत जगदेव हरि हरितो जगतो नहिभिन्नतनु
इति यस्य मति परमार्थ गति स नरः भव सागर मुत्तरति ॥

ہری ہی جگت اور جگت ہری رُوپ ہی ہے۔ اور ہری اور جگت میں رنچک ماتر بھی بھید نہیں۔ یہ جس کی دِرڑھ متی ہے۔ اُس کی ہی پرمارتھ گتی یعنے مُکتی ہے۔ وہی پُرش بھو ساگر سے تر سکتا ہے۔ اسکی علمی ودیا کھیا چوتھی پانچویں چھٹی اور ساتویں بھومکا میں آنند پر میرا کی ورِدھی سے منو ناش اور واسنا کھشے تو گیان کی مسلسل زنجیر کی تین لڑیوں سے ہی ہو سکتی ہے۔ اور اس درجہ پر پہونچ کر زبان حال سے وہ یوں فرماتا ہے۔ ؎

میں وہ خالق ہوں میری کُن سے خدا پیدا ہوا

اب تو ہر برتی رُوپی کرن اصلی پرکاش کی مظہر ہے۔ کیونکہ برہم آنند کبھی لوپ نہیں ہوتا۔ اس کا کثرتِ اظہار کا حسن ہی اس کا پردہ بن رہا تھا۔ جو اب گیان سے بجائے پردہ کے ذریعہ دیدار ہو گیا ہے۔ بقول شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ؎

بہ عُریانی رُخ خورشید کی خود پردہ حائل تھی
ہوا اب فاش پردہ ستر اُڑ جانا مبارک ہو

لیکن اس حقیقت افشائی کی عینک شفا دہندہ خلق شری وید ویاس جی مہاراج کی گدی پر استقامت شری سوامی جی سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے پرم پیارے ویدانت شاستر کے ستارے ان کے جانشین پرم آنند مگن شری مان ۱۰۸ شری سوامی جی شری مان گوبند آنند جی مہاراج کے سوائے اور کہاں دستیاب ہوگی۔ اگرچہ جگت میں اور مہاتماؤں کی موجودگی سے بھی انکار نہیں ہو سکتا مگر جن کی اپار کرپا بے غرضانہ طور پر شامل حال ہو ہمارے تو وہی سب کچھ ہیں۔ بس یہ چند حروف بطور بھینٹ اس پوتر دوس پر حضور کے چرن کملوں میں شردھا سہت نمرتا اور وِنتے پُوربک ارپن کئے جاتے ہیں۔ ؎

برگ سبز است تحفۂ درویش گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

اچھن آتما رام

دیدارِ خدا

(از قلم حکیم چاندی رام جی مسرور)

مردِ کامل سے ملے آنکھ تو بالا ہو جائے
ذرّے ذرّے میں خدا جلوہ نما ہو جائے

ہر نظر عقدۂ تقدیر کُشا ہو جائے
ہر ادا قابلِ تقلید ہُدا ہو جائے

اِسم اور جسم کا احساس ہوا ہو جائے
دم میں یہ آئینۂ قلب جِلا ہو جائے

جذبۂ شوق کو بڑھنے حد سے سوا ہو جائے
الغرض طالبِ حق تارکِ دنیا ہو جائے

خود میں خود کے سما جائے تو مجذوب بنے
ہو کے مجذوب شہِ ارض و سما ہو جائے

پردہ اٹھ جائے دُوئی کا تو بشر اے ہمدم
عظمتِ بندۂ تسلیم و رضا ہو جائے

یہ حقیقت ہے کہ منزل پہ پہنچ کر مسرور
ایک اندھے کو بھی دیدارِ خدا ہو جائے

اوم　　　　اوم

نورِ حقیقت

از قلم حکیم چاندی رام جی مسرورؔ

پرتوِ نورِ حقیقت دل کے کاشانے میں ہے
جلوہ افگن وہ نہ کعبے میں نہ بُت خانے میں ہے

کس کو زاہد ڈھونڈتا ہے کسکی ہے تجھکو تلاش
لب پہ ہے جو، وہ ہر اک تسبیح کے دانے میں ہے

نور ہے محفل میں کس کا کون ہے جلوہ فشاں
کون حسنِ شمع میں ہے، کون پروانے میں ہے

لامکاں جسکو سمجھ رکھا ہے تو نے شیخ جی
دیکھ پوشیدہ وہ تیرے دل کے کاشانے میں ہے

گر اُٹھا کر دیکھ آنکھوں سے حجابِ غیریت
بال بھر کا فرق اپنے میں نہ بیگانے میں ہے

نور ہوے سب سے تعلق ایک پر کر جاں نثار
رازِ عمرِ جاوداں بس جان کے جانے میں ہے

پیچ تو یہ ہے۔ قلب کو جبتک نہ ہو حاصل سکوں
چین کب اربعہ عناصر کے بکھر جانے میں ہے

وہ سرور انگیز یاں حاصل نہ ہے میں ہو سکیں
کیفیت جو بادۂ وحدت کے پیمانے میں ہے

خود میں آنے سے تو ہو آگاہ اپنی ذات سے
لطف جذبِ ذاتِ حق خود میں سما جانے میں ہے

کشف مت کر کاشفِ رازِ حقیقت حق کے راز
راز میں جو لطف ہے کب راز کھل جانے میں ہے

یاد کر مسرورؔ اُسکی ہے بھروسہ دم کا کیا
ورنہ ایسی زندگی سے لطف مر جانے میں ہے

اوم — مسلسل قسط 5 — اوم

شنکر دگ وجے

(شری سوامی ستیانند جی مہاراج کی ہندی پستک سے اقتباس)

شنکر کی کمارل بھٹ سے بھینٹ :- کمارل بھٹ میمانسہ شاستر کے آچاریہ تھے۔ پرم آستک مہان پرش تھے۔ انہوں نے ویدوردھ بودھ مت والوں کے شاستروں کو ان کے ہی آچاریوں سے پڑھا۔ آہنسا کے پجاری بودھوں نے جب دیکھا کہ یہ شخص تو ویدوں کو ماننے والا اور بودھ مت کا انویائی نہیں ہے۔ اس لئے اس کو ختم کر دینا چاہئے۔ چنانچہ بودھ ودیارتھیوں نے اسکو پکڑ کر اونچے محل کی اٹاری سے نیچے گرا دیا۔ لیکن ایشور کی کرپا سے وہ بچ گئے۔ پھر انہوں نے تمام ویدوں اور شاستروں کا ادھین کیا۔ اور بڑے بڑے بودھ پنڈتوں کو للکارا اور پراست کیا۔ چونکہ انہوں نے ویدوں کی نندیا بودھ آچاریوں کے مکھ سے سنی تھی۔ اسلئے اس پاپ کی نورتی کے لئے انہوں نے اپنے شریر کو گھاس پھوس کی آگ میں جلا کر پرائشچت کیا۔ جب شنکر آچاریہ جی انکو ملنے کے لئے پریاگ راج گئے۔ تو ان کا شریر اگنی میں جل رہا تھا۔ البتہ ان کے چہرے پر ابھی آگ کے شعلے نہیں پہنچے تھے۔ شنکر نے ان کو کہا کہ آپ جیسے مہان ودوان کا اس جہان سے چلا جانا خصوصاً موجودہ وقت میں جبکہ ویدک دھرم کا ناش کرنے کیلئے بودھ مت زوروں پر ہے اچھا نہیں۔ اسلئے آپ مجھے آگیا دیں کہ میں منتر شکتی سے اپنے کمنڈل سے گنگا جل چھڑک کر آپکے شریر کو پنہ (دوبارہ) تندرست کردوں۔ لیکن کمارل نے کہا۔ کہ مجھے فقط اب آپ کے درشن کی انتظاری تھی۔ جہاں آپ جیسے ساکشات شنکر کے اوتار شرتی پر ادھار چکے ہوں۔ وہاں اب میری ضرورت نہیں۔ اس لئے مجھے پرائشچت کرنا سے نہ روکیں۔ آپ بودھوں کو پراست کرنے (جیتنے) کی سمرتھ رکھتے ہیں۔ بودھ لوگ ویدوں کو پرمان روپ نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ وید میں دویت اور ادویت دو قسم کے منتر ہیں۔ کچھ منتر ایسے ہیں۔ جن کا کوئی ارتھ نہیں نکلتا۔ رگ وید

अधः स्विदासीद उपरिस्विदा सीत ॥

یہ منتر ایک ہی وستو کو اوپر تتھا نیچے بتلا کر اس کے وشئے میں سندیہہ (شکوک) پیدا کرتا ہے۔ کچھ منتر وپریت ارتھ کے پرتی پادک ہیں جیسے

श्रृणोत ग्रावाण: (तै०३०)

ان میں پتھروں سے سننے کی پرارتھنا کی گئی ہے بھلا جڑ پتھر بھی کبھی بات سنتے یا کام کرتے ہیں۔ کچھ منتر ورودھ باتیں بتلاتے ہیں۔ کوئی رودر کو ایک روپ بتلاتا ہے۔ دوسرا سہسر روپ۔"

مندرجہ بالا باتیں ویدورشرتی) کے مخالفوں نے کہی ہیں جن کا اتر میمانسہ شاستر نے مکمل اور مفصل جواب دیا ہے :-

وید منتر سندیہہ (شکوک) پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ بدھی بھرشٹ (کم عقل) لوگوں کو ان میں سندیہہ ہو جاتا ہے۔ یہ انکی بدھی کا دوش ہے۔ جگت کارن روپ برہم ویاپک ہونے سے اوپر نیچے سروتر ہے۔

اچیتن وستو (پتھر) میں بھی چیتن ابھیمانی دیوتا کا نواس ہے اُس کو ہی لکش بنا کر
مورتی کی اُستتی کی جاتی ہے۔ پتھر یا دھات کی نہیں۔ بلکہ چیتن (پرماتما) کی +

ایک ہی رُدر اپنی مہما سے ہزاروں ہوتے ہیں۔ اسمیں کسی پرکار کا دیا گھات (سنشے) نہیں ہے جیمنی سوتر ۳۹-۲-۹
اور اُن پر شابر بھاشیہ آدی میں دیکھ لیجئے۔

کمارل بھٹ نے پھر کہا: ہے شنکر! آپ نے آریہ جنوں کے کلیان کیلئے نیز ازویت مارگ کی رکھشا کیلئے اوتار دھارن کیا ہے۔ اگر آپ کا درشن مجھے کہیں پہلے ہو جاتا تو میں کرتارتھ ہو جاتا۔ اور مجھے یہ بھیانک پرائشچت نہ کرنا پڑتا۔

شنکر بولے۔ وید اور شاستروں کے انوسار کرم مارگ میں پرورت آپ تو سوامی کارتکیہ کے اوتار ہیں۔ آپ نے بُدھوں کو جیتنے کے لئے جو کرم مارگ اور شرتی کے بے مکھ اپنا من گھڑت سدھانت پیش کر کے لوگوں کو صحیح سناتن مارگ سے گمراہ کر رہے ہیں۔ کو پراست (فتح) کیا ہے۔ آپ دھنیہ ہیں۔

کمارل بھٹ بولے: ہے اپدیشاک شرومنی! بھوساگر سے پار کر دینے والا مجھے آخری اُپدیش دیجئے۔ یدی آپ ویدانت مارگ کو پرکاشت کرنا چاہتے ہیں۔ تو ودوانوں میں شریشٹھ پرسدھ منڈن مشر مہا کو جیتئے۔ وہ کرم یوگ مارگ کے انویائی ہیں۔ وہ ویدک کرم میں تیز پرورتی شاستر میں نرت۔ اور مہان گرہستی ہیں۔ اُن کی استری کو اُن کے سمبندھی امبا نام سے پکارتے ہیں۔ وہ سرسوتی کا اوتار ہیں۔ دُرواسا رشی کے (کسی کارن وش) شاپ سے اُنہوں نے منش شریر دھارن کیا ہے۔ اس سے اُس کا نام اُبھے بھارتی ہے۔ آپ اُس کو ساکھشی بنا کر منڈن مشر کے ساتھ شاستر ارتھ کر کے وش میں کیجئے۔ وہ آپ کے بھاشیہ پر وارتک بنائیگا۔

اب مجھے تارک منتر کا اپدیش دیکر کرتارتھ کیجئے۔ ہے بنا کارن کرپا کرنے والے! آپ ایک کھین (لمحہ) کیلئے یہاں اپستھت رہیئے (ٹھہریئے) جب تک میں یوگیندروں کے دوارہ ہردے کنول میں چنتن کرنے یوگیہ آپ کے روپ کو دیکھتا ہوا اپنے پرانوں کو چھوڑ دوں۔

بھگوان شنکر آچاریہ جی نے کمارل کو برہم کا اُپدیش دیکر اُسکی سدگتی کی اور وہ برہم سروپ کو پراپت ہو گئے۔ پھر وہ آکاش مارگ دوارہ شری منڈن مشر کے گھر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

منڈن مشر مہشمتی نگری (اندور راجیہ) میں رہتے تھے۔ جس کا موجودہ نام مہیشور ہے۔ منڈن مشر کا نواس استھان کھنڈرات میں اب بھی موجود ہے۔ منڈن مشر نے شو مندر کی استھاپنا کی تھی۔ وہ مندر ابھی تک موجود ہے۔ جہاں شنکر جن کو سب کے برکھشوں کے نیچے ٹھہرے تھے وہ برکھش بھی ابھی تک موجود ہیں۔ بھرتری گپھا بھی ابھی تک وہاں موجود ہے۔ جس میں شنکر آچاریہ جی نے یوگ دوارہ اپنا شریر تیاگ کیا تھا۔ اور پدم پاد آدی ششیوں کو اس شریر کی رکھشا کے لئے حکم دیا تھا۔ اور خود ایک راجہ کے مرتک شریر میں پرویش کیا تھا۔ اس گپھا میں پانچ چھ اشخاص آسانی سے بیٹھ سکتے ہیں۔ کئی لوگوں کا خیال ہے کہ منڈن مشر کشمیر کے رہنے والے تھے لیکن اتہاس سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ منڈن مشر کا گھر ایک وشال سُندر محل تھا۔ جو کہ آکاش کو چھوتا تھا جب آکاش مارگ سے شنکر آچاریہ جی وہاں پدھارے۔ تو منڈن مشر شرادھ کر رہا تھا۔ اور تیو بل سے مہرشی

ویاس تھا جیمنی دونوں منیوں کو اس شرادھ ودھی میں آمنترت کر انکے پادپدموں کا آرچن آدی کر رہا تھا (یعنی اُن کے چرن دھو رہا تھا) یوگی راج شنکر نے آکاش مارگ سے اُتر کر دونو مہرشیوں کو پرنام کیا۔ انہوں نے آشیرباد دی۔ منڈن مشر کرم کانڈ کا مہان پنڈت تھا۔ اس نے جب شکھا سوتر (چوٹی اور جنیو) سے رہت سنیاسی کو دیکھا تو کرودھ سے بھر گیا۔ اور بولا :- कुतो मुण्डी ؟ ہے منڈی! کہاں سے آئے ؟ (یہ منڈی شبد سنیاسی کے لئے اناادر سوچک سمبودھن ہے۔ جیسا کہ پنجابی میں سر گھسا کہا جاتا ہے۔) ہمارے گھر میں چور کی طرح تم کیسے گھس آئے ؟ شنکر نے جواب دیا :- بھکشوؤں کو بغیر کھلائے چور کی طرح تم ان کیسے کھا رہے ہو؟ اور اُن کو نہ دیکر سوینگ (خود اکیلا ہی) کھاتا ہے۔ وہ چور ہے۔ جیسا کہ بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے۔

इष्टान्भोगान्हि वो देवा दास्यन्ते यज्ञ भाविता:।

तैर्दत्तान प्रदायैभ्यो यो भुङ्क्ते स्तेन एव स: ॥ (गीता ३-१२)

اس پرکار منڈن مشر اور جتی ور شنکر کی وارتالاپ کو سُن کر مہرشی ویاس اور جیمنی مُنی مسکرا رہے تھے۔ تب ویاس جی نے منڈن مشر کی طرف مخاطب ہو کر کہا :- ہے وتس! ایک مہان تیاگی۔ برہم نشٹھ مہان ودوان سنیاسی کو دُروچن بول رہے ہو؟ یہ آچرن آپ جیسے پنڈت کو شوبھا نہیں دیتا۔ یہ شنکر ساکھشات وشنو بھگوان ہیں۔ ایسا جانکر تم انہیں شیگھر نمنترن دو۔ پھر منڈن مشر نے بھگوان ویدویاس کی آگیا مان کر مہرشی شنکر کی پوجا کی اور بھکشا کے لئے نمنترن دیا۔

شنکر بولے :- ہے سومیہ! مجھے سادھارن ان کی بھکشا کی ضرورت نہیں۔ میں آپ سے شاستر ارتھ کرنے کی بھکشا مانگتا ہوں۔ اور شرط یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو ہار جائے۔ وہ دوسرے کا شسیہ بن جائے۔

منڈن مشر بولے کہ شرُتی انوسار کرم کانڈ کو چھوڑ کر کلپت ویاس مت اتھوا (اتھوا) ویدانت مارگ ماننے کیلئے تیار نہیں۔ جو کرم کانڈ کا تیاگ کرکے سنیاس کی طرف دھکیلتا ہے۔

ویدانتی لوگ کرم کا پھل داتا ایشور کو مانتے ہیں۔ پرنتو میں نے یہ سدھ کر دیا ہے کہ پھل داتا سوینگ کرم ہے۔ اسمیں ایشور کی کوئی اوشیکتا نہیں۔ آپ بیشک میرے ساتھ شاستر ارتھ کرو۔

شنکر سوامی نے مسکراتے ہوئے وواد (شاستر ارتھ۔ بحث مباحثہ) کرنے کی آگیا دے دی۔ اور مہرشی ویاس اور جیمنی جی کو مدھیست JUDGE بننے کی پرارتھنا کی۔ پرنتو ویاس جی نے کہا۔ کہ ہے ودوانوں میں شریشٹھ! منڈن مشر کی بھاریہ (استری) شریمتی اُبھے بھارتی بہت ودوان اور ساکھشات سرسوتی کا اوتار ہیں۔ وہ شاستر ارتھ کا نرنے پکش پات رہت اُچت ریتی سے کریگی۔ یہ بات شنکر نے سویکار کر لی۔

منڈن مشر کا شرادھ انُشٹھان سماپت ہونے پر بھگوان ویدویاس اور جیمنی منی انتردھان یعنی لوپ ہو گئے۔ (باقی پھر)

اوم اوم

قسط اوّل

جلوۂ کہسار

(شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی گنگا کی وادی میں جنگلوں اور پہاڑوں کی سیر)

مستئ مجسم رام تحریر فرماتے ہیں:۔

شام پڑنے کو ہے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر رام بیٹھا ہے۔ عجب حالت ہے۔ نہ تو اسے خوشی کا نام دیا جا سکتا ہے نہ رنج و غم کا۔ دنیا داروں والی خوشی بھی یہ نہیں۔ اسے جاگنا نہیں کہہ سکتے اور سویا بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیا معلوم مخمور ہو۔ پر یہ کوئی دنیا کا نشہ نہیں۔ کیا رس بھینی اوستھا ہے۔

دور اشجار میں سے گھڑیال اور سنکھ کی آواز آنے لگی۔ شاید کوئی مندر ہے۔ آرتی ہو رہی ہے۔

اے لو! سامنے بلند پہاڑی کی چوٹی سے دو تین فٹ کی بلندی ترپودشی کا چندرماں بھی اپنا چاند سا مکھڑا لیے آ رہا ہے۔ کیا یہ آرتی میں شریک ہونے آیا ہے؟ شریک کیوں۔ یہ تو اپنے ڈھلکتے ہوئے نورانی بدن کی جوت بنا کر اپنے تئیں سارا شِو پر وار رہا ہے۔ آرتی روپ بن رہا ہے۔ آہا! سارا نیچر NATURE (قدرت) آرتی میں شریک ہو گیا۔ چاروں طرف سے کیسی آواز (گنجار) آنے لگی۔

اے چاند تو سبقت لے جانے والا کون ہے؟ پیارے اکیلا مت رہ۔ اپنی ہڈیوں کو اور تن بدن کو آگ کی طرح سلگا کر تیری طرح رام اپنے تئیں اس آرتی میں کیوں نہ وار ڈالے گا؟

ان دنوں رام کی تلاش کرتا کرتا ایک خط پہاڑوں میں آ ملا۔ جس میں گھر واپس آنے کی بابت ترغیب تھی۔ یہ خط فوراً پرم دھام کو روانہ کر دیا گیا۔ یعنی شری گنگا جی میں پرواہ دیا گیا۔

راگ آساوری

ستار زبرستی

د۔ رنگ نہیں میرا کتنے دا ۔ جوریاں بنھ کے بھورے نہ گھت مائے
پیڑاں پیڑ کے جان نپیڑ لیتی ۔ ماسا ماس ناہیں رتی رت مائے
چرخہ دیکھ کے رنگ کرنگ ہویا ۔ سیاں وچ باہاں کیڑھے وت مائے
میتھ عشق حسین نہ مت سجھے ۔ متیں دیندیاں دی ماری مت مائے

---

(2) لوگوں کے سگے دلاہنوں کا ڈر دکھایا تھا۔ سو بھگوان اب تو ہم ہیں اور گنگا ہے
کفن باندھے ہوئے سر پر کنارے تیرے آ بیٹھے۔ ہزاروں طعنے اب ہم پر لگا لے جس کا جی چاہے۔"

ایسے الزام اب رامؔ پر کچھ اثر نہیں کر سکتے۔

تمہارا (رامؔ) تو اب پورا ہو گیا پورا (پورا پنجابی لفظ ہے۔ جسکے دو معنی ہیں۔ ایک مر گیا۔ جہان سے الوداع ہو گیا۔ دوسرے معنے مکمل ہو گیا) نہ گھر کا نہ گھاٹ کا (گو ما لک ملکہ لاٹ کا)

(3) کسی خانگی معاملے کے افسوس کی بابت پوچھو تو سخت حیرت ہے کہ تمہیں اصلی گھر سے غافل رہنے کا کچھ بھی افسوس نہیں آتا۔ (۴) آپ نے سب لوگوں کے دُنیوی کام کاج میں ہمہ تن مصروف ہونے کا اشارہ کر کے بلایا چاہا ہے۔ اچھا اگر لوگوں کی کثرت پر ہی فیصلہ کرنا منظور ہو تو بتائیے آدم سے لیکر اینڈم تک کثرت (MAJORITY) اُن لوگوں کی ہے جو موجودہ زندگی کے کاروبار کو زبانِ اعمال سے سچ کہنے والے ہیں۔ یا اُن کی جو روئے زمین کی۔ جو تقریباً ہر ذرے میں زبان حال سے بول رہے ہیں۔ کہ دُنیا معدوی المعلوم ہے۔

अव्यक्तादीनि भूतानि व्यक्त मध्यानि भारत ।

अव्यक्त निधनान्येव तत्र का परि देवना ॥　　　گیتا۔ ادھیائے ۲ شلوک ۲۸

ارتھ۔

نگاہوں سے پہلے نہاں ہوں وجود　　　یہ پھر بیچ میں کچھ عیاں ہوں وجود

نہاں پھر یہ ہو جائیں انجام کار　　　تو ارجن ہے پھر کس لئے بیقرار

(مترجم خواجہ دل محمد)

اویکت یعنی دکھائی نہ دینا جن کا آدِ (آغاز) ہے۔ ایسے یہ کارن کاریہ کے سنگھات (مجموعہ) رُوپ۔ پِتر۔ مِتر۔ وغیرہ سب بھوت پرانی اویکت ہیں۔ یعنی جنم سے پہلے یہ سب ادرشیہ تھے۔ دکھائی نہ دیتے تھے۔ اور موت کے بعد بھی اِن کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اس لئے یہ دُنیا معدوی المعلوم ہے۔ ناش ہونے والی اور متھیا ہے)

بھگوان! آپ ہی کی آگیا پالن ہو رہی ہے۔ یعنی آپ سے بہت جلدی ملنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ از روئے جسم ہرگز دُور نہیں ہو سکتی۔ خواہ کتنے ہی نزدیک ہو جائیں۔ پھر بھی جہاں ایک بدن ہے وہاں دوسرا بدن نہیں آ سکتا۔ ورنہ تداخلِ اجسام لازم آتا۔ فی الواقع جُدائی کو دُور کرنے کے رامؔ رات دن در پے ہے۔ غیریت کا نام نشان نہیں رہنے دیگا۔ آپ کا انتر آتما آپ کے سینے میں۔ آپکی آنکھوں میں بلکہ سب کے دل جگر میں رامؔ اپنا گھر (قیام) دیکھے بنا چین نہیں لے گا۔

اور۔ آپ بھی پانچ ندیوں (خون۔ بول۔ پسینہ۔ ویریہ۔ رال) کے کیچڑ یعنی جسم سے اپنے نج دھام (اصل سروپ) کی طرف مراجعت کرو۔ اس پنج آب (پنجاب) سے اُٹھکر حقیقی دھام کی پہاڑیوں پر کشاں کشاں تشریف لائیے گا۔ ملنا اب مرکز ہی پر مناسب ہے۔ جہاں پر ملے پھر جدائی نہیں ہو سکتی۔ محیط پر (HIDE AND SEEK) چھپن کن کھیلتے کھیلتے کہاں تک نبھیگی۔ رامؔ نے تو اگر خود گنگا کو اپنے چرنوں سے نکلتی ہوئی نہ دیکھا۔ تو لوگ اس کا جسم گنگا کے اوپر رواں ضرور دیکھینگے۔

(یہ گویا رامؔ نے پیشینگوئی کر دی۔ کہ رامؔ کا جسم گنگا جی میں بہہ جائیگا۔ جو کہ بعد میں سچ ہوئی)

ہیں کشتگانِ عشق میں سردار ہی رہا ۔ سر بھی جدا کیا تو سردار ہی رہا

سیپ سے موتی نکلا ہوا پھر سیپ میں واپس نہیں آتا۔

پھر زلیخا نہ نیند بھر سوئی
جب سے یوسف کو خواب میں دیکھا

گنگا میں پڑی ہوئی ہڈیاں وارثوں کو واپس کیسے مل سکتی ہیں؟ البتہ ملنے کے خواہشمند اپنی ہڈیاں بھی حوالۂ گنگ کر دیں۔ تو شائد میل ہو جائے۔ کچھ مشکل تو نہیں۔ بنت پرابت کی پراپتی ہے۔ اور بنت ترپت کی ترپتی۔

عشق کا منصب لکھا جس دن مری تقدیر میں
آہ کی نقدی ملی صحرا ملا جاگیر میں

کب سبکدوش رہے قیدئے زندانِ وطن
بوئے گل پھاندتی ہے باغ کی دیواروں کو

ایک کالے سانپ کا پاؤں تلے آنا۔ دیال بھوش رام کا پیار کرنے کو ہاتھ بڑھانا سہ

میرے پیارے کا یہ بھی پیارا ہے
میری آنکھوں کا یہ بھی تارا ہے

(سانپ کا دوڑ جانا)

رام کو بیقرار ہو کر پکارنا۔

او پیارے درشن بھی دیئے۔ لیکن دل کی دل ہی میں رہی۔ رام تو اب تیرے اسی روپ کے درشن کریگا جو کہ گوپیوں کا من موہن مورت کرشن تھا۔

نوٹ:- جلوۂ کہسار۔ کافی لمبا مضمون ہے۔ جو کہ چھ قسطوں میں مسلسل شائع ہوتا رہے گا۔ اس مضمون کے بعد سوامی رام کا دوسرا مضمون بعنوان۔ صلح کہ جنگ؟ گنگا ترنگ رسالہ اوم میں مسلسل شائع ہوگا۔ جو کہ گیارہ قسطوں میں چھپیگا۔ آتم جگیاسو آستک پرشوں کے لئے سوامی رام کا مستانہ کلام ہر دہ کے اگیان روپی اندھیرے کو دور کر کے گیان کا پرکاش کریگا۔ اور ناستک لوگ جن کی آنکھیں مغربی تعلیم سے چندھیا گئی ہیں۔ اُن کو آستک بنائے گا۔ آمین۔ ایڈیٹر

شری دھا کے پھول۔ جگت تارنی۔ سرب دُکھ نوارنی بھاگیرتھی۔

مہارانی گنگا ماتا

از قلم برہم لین شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم۔ اے۔

(راگ جنگلہ۔ تال تین)

گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں۔

ہاڑ چام سب وار کے پھینکوں۔ یہی پھول پتاشے لاؤں۔ گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں
من تیرے بندروں کو دے دوں۔ بدھ ڈُھنڈ دھارا بیں بہاؤں۔ گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں
چت۔ تیری مچھلی چب جاویں۔ اہنگ۔ گرگُھا میں ڈہاؤں۔ گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں

(پہاڑ کی کندرا)

پاپ پُن سبھی سُلگا کر۔ یہ تیری جوت جگاؤں۔ گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں
تجھ میں پڑوں تو تو بن جاؤں۔ ایسی ڈُبکی لگاؤں۔ گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں
ٹھنڈے جل تھل پوّن دشوں دِک۔ اپنے رُوپ بناؤں۔ گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں
رمن کروں ست دھارا ماہیں۔ نہیں تو نام نہ رام دھراؤں۔ گنگا تیتھوں صد بلہارے جاؤں

کس لُطف کے ساتھ رام سنان کرتا ہے۔ جل اُچھالتا ہے اور خوشی کے نعرے بُلند کرتا ہے۔

(راگ سنڈھرہ۔ تال تین)

ندیاں دی سردار گنگا رانی

چھینٹے جل دے دین بہار — گنگا رانی !
سانوں رکھ جندڑی دے نال — گنگا رانی !
کدے وار کدے پار — گنگا رانی !
سوسو غوطے گن گن مار — گنگا رانی !
تیریاں لہراں۔ رام اسوار — گنگا رانی !

Mother of mighty rivers adored by saint and sage!
The much beloved peerless Gunga, famous from age to age.
Unconcious roll the surges down, but not un-
-concious Thou, Dread Spirit of the roaring flood,
for ages worshipped as a God and worshipped
even now, Worshipped and not serf or clown
for sages of the mighties fame. Have paid theis

Homage to thy sacred Ganga, ample bosomed, sweeps along in regal pride :*:

*: Rolling down her limpid waters through high banks on either side,

اوم　　　　　　　　　　　　　　　　اوم

شری مان تپسوی جی مہاراج" قسط ۶

(شری لابھ چند کوہلی)

("اس سے پہلی قسطوں میں بتایا جا چکا ہے کہ شری مان تپسوی جی مہاراج ریاست پٹیالہ کے راجکمار تھے۔ مغل بادشاہ بہادر شاہ کو دہلی میں اس مقصد سے ملے کہ ریاست میں امن وامان قائم رکھنے میں مدد مل سکے بادشاہ کے ان الفاظ نے کہ شاہی حکومت کے مقابلہ میں خدا کی عبادت کہیں زیادہ برتر وافضل ہے دل پر اس قدر اثر کیا کہ پٹیالہ واپس جانے کی بجائے ہردوار کو روانہ ہوئے وہاں اجودھیا کے گورو کی کرپا سے روحانیت کے مارگ میں سچے ہوئے نیل کنٹھ مہادیو کی پہاڑی پر لگاتار تقریباً چھ سال کے عرصہ تک سمادھی کی حالت میں رہنے کے بعد رشی کیش لکشمن جھولا ہوتے ہوئے گنگوتری پہنچے جہاں سادھو کرپال سنگھ ان کا چیلا بن گیا اور کچھ عرصہ وہاں تپ کرنے کے بعد اُن کے دل میں بدری نارائن کی یاترا کا خیال پیدا ہوا۔")

مہاتما وشنو داس جی اور سادھو کرپال سنگھ گنگوتری سے بدری نارائن مہاراج کے درشنوں کے لئے چل پڑے۔ راستہ میں انہیں ہمالیہ کے پہاڑوں اور وادیوں سے گزرنا پڑا۔ سادھو کرپال سنگھ راستے میں مہاتما جی کی ہر طرح سے خدمت کرتے رہے۔ وہ ان کو کھانا بنا کر کھلاتے تھے۔ اور جب کبھی اونچی نیچی پہاڑی سے گزرنا پڑتا تھا تو وہ مہاتما جی کی مدد کرتے تھے۔ اُس کو اس خدمت کا انعام بھی مل رہا تھا۔ کیونکہ مہاتما جی وقتاً فوقتاً اس کو روحانی سادھنا کے بارے میں بتلاتے رہتے تھے یہ تو سادھو کرپال سنگھ کی خوش قسمتی تھی کہ اُسے ایشور کی کرپا سے شری وشنو داس جی جیسے مہاتما جی کا ست سنگ پراپت ہوا تھا۔ ست سنگ کی مہما کو نارد بھگتی سوتر میں وستار سے بتایا گیا ہے۔ دیورشی نارد نے کہا ہے کہ منش کو ہر وقت اور ہر حالت میں ست سنگ کرنا چاہیئے۔ سادھو کرپال سنگھ ایک ودوان پُرش تھے اور وہ مہاتما جی کی سیوا کر کے مُکتی کرپا کے پاتر بننا چاہتے تھے۔ وہ نرملے سادھو تھے اور اپنے پنتھ کے اصولوں کے مطابق سفید وستر پہنتے تھے۔ وہ ایک پہاڑی سے گذرے جس کا نام سورگ روہنا تھا۔ انہوں نے اس پہاڑی کے پاس ایک بہت بڑا گول تالاب دیکھا جس میں پانڈوؤں نے اپنے مقدس ہتھیاروں کو یم پوری جانے سے پہلے پھینکا تھا۔ انہوں نے وہ راستہ جہاں سے پانڈو گذرے تھے ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن اس کا کوئی نشان نہ ملا کیونکہ تمام پہاڑی برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ اس پہاڑی کے مقدس ہونے کے کارن اس کے آس پاس ہر جگہ یوگی اور سادھو سمادھی لگائے بیٹھے تھے مہاتما جی کے دل میں بھی وہاں سمادھی لگانے کی خواہش پیدا ہوئی اور وہ ایک جگہ سمادھی لگا کر بیٹھ گئے سادھو کرپال سنگھ نے بھی ایسا ہی کیا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ آگے چل دیئے۔ چلتے چلتے وہ ایک جگہ جس کو الکاپوری کہتے ہیں پہنچ گئے۔ کچھ عرصہ تک انہوں نے وہاں تپ کیا سادھو کرپال سنگھ کو بھی انہوں نے کئی گپت رہسیہ بتائے۔ الکاپوری سے وہ گوری کنڈ پہنچے وہاں بھی کچھ دن تپ کیا۔ اُنکی منزل مقصود بدری نارائن کا مندر تھا جو کہ ابھی بہت

زور تھا۔

گوری کنڈ سے روانہ ہونے کے بعد اُنہیں ایک نہایت ہی عجیب واقعہ پیش آیا۔ جس کے کارن مہاتما وشنوداس اور سادھو کرپال سنگھ دونو جدا ہو گئے یہ واقعہ اس طرح ہے کہ راستہ میں اُنکی ملاقات ایک بیراگی سے ہوئی جنہوں نے پتوں کا لنگوٹ پہن رکھا تھا۔ اور اپنی جٹاؤں کو اپنے سر کے اوپر تاج کی شکل میں رکھا ہوا تھا۔ وہ باقی جسم سے ننگے تھے انہوں نے مہاتما جی کو اس طرح خطاب کیا مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے میں عرصہ دراز سے یہاں تپ کر رہا ہوں اور میں نے کئی سدھیاں پراپت کی ہیں میں نے یہ بھی جان لیا ہے کہ آپ نے بھی کئی سدھیاں حاصل کی ہوئی ہیں میں اپنے ساتھ اندر لوک جانے کے لئے ایک ساتھی چاہتا ہوں آپ کا نوجوان چیلا میرے ساتھ نہیں جا سکتا لیکن آپ جا سکتے ہیں آپ اس کو بدری نارائن بھیجدیں وہ ہماری وہاں انتظار کرے گا۔ آپ اور میں دونو اندر لوک یاترا کے بعد اُسے بدری نارائن میں مل جائیں گے۔ مہاتما جی نے کرپال سنگھ کو اکیلے بدری نارائن جانے کو کہہ دیا۔ اور جب وہ اس جگہ سے چلا گیا تو اس سنیاسی نے وہاں سے کچھ جڑی بوٹیاں اکٹھی کر کے گولیاں تیار کیں اور کہا مہاتما جی! آپ ان گولیوں کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر مل لیں اور میں بھی ایسا ہی کرونگا۔ ان کے ملنے سے ہمیں سردی نہیں لگے گی اور ہم برفانی علاقوں میں چل سکیں گے اور دو بڑی گولیاں آپ مُنہ میں رکھ لیں میں بھی ایسا ہی کرونگا۔ کیونکہ ہمیں ان گولیوں کو مُنہ میں رکھنے سے لگاتار کئی مہینوں تک بھوک پیاس نہیں لگے گی مہاتما جی نے ایسے ہی کیا کیوں کہ وہ ان جڑی بوٹیوں کے استعمال سے واقف تھے۔ اس کے بعد وہ سنیاسی کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنے لگے وہ کئی ہفتے لگاتار بغیر کسی آرام کے سفر کرتے رہے آخر کار وہ اندر لوک کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں مہاتما جی نے نہایت ہی خوبصورت عمارات اور سندر استریوں اور پرشوں کو اِدھر اُدھر چلتے پھرتے دیکھا۔ دل خوش کُن موسیقی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سنیاسی نے کہا کہ مہاتما جی ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے ہیں یہ اندر لوک ہے میرے دل میں اس کی یاترا کی ہمیشہ خواہش رہی ہے لیکن میں اسے کسی ساتھی کے ساتھ دیکھنا چاہتا تھا۔ اچانک میرا آپ سے ملاپ ہو گیا عام مہاتما اتنے لمبے سفر کی تکالیف کو برداشت نہیں کر سکتے۔ آؤ اب ہم شہر میں داخل ہوں۔ اور اندر مہاراج سے بھینٹ کریں۔ جو کہ یہاں راج کرتے ہیں۔ جب وہ سنیاسی مہاتما شری وشنوداس جی کو یہ لفظ کہہ رہے تھے تو ایک عجیب و غریب واقعہ ظہور پذیر ہوا۔ ایک خوبصورت رتھ جس کو چار سفید رنگ کے گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ اُن کے پاس آکر رک گیا۔ ایک گندھرب اس رتھ سے اترا جو کہ راجا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے قیمتی تاج سر پر پہنا ہوا تھا۔ بائیں کندھے پر ایک کالے رنگ کا کمبل ڈال رکھا تھا۔ اور اپنے دائیں ہاتھ میں ایک سانٹا رکھا تھا اُس نے اُن کو ہندی میں کہا مہاتما جی میں آپ دونو کو پرنام کرتا ہوں۔ اندر دیوتا نے مجھے آپ دونو کو اُن کے پاس لے جانے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ رتھ میں بیٹھیں تاکہ میں آپ کو مہاراج اندر کے محل تک لے چلوں آپ خود وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ مہاتما اور سنیاسی دونو رتھ میں بیٹھ گئے۔ گندھرب بھی رتھ بان کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور رتھ تیزی سے چلنے لگا تھوڑی دیر کے بعد ایک غیر متوقع بات ہوئی دونو مہاتما بے ہوش ہو گئے اور جب اُنہیں ہوش آیا تو انہوں نے اپنے آپ کو بدری نارائن کے نزدیک ایک جگہ پر پایا۔ مہاتما وشنوداس جی کو اس جگہ کی واقفیت نہیں تھی لیکن دوسرے

ساتھی اُس جگہ کو اچھی طرح جانتے تھے۔ انہوں نے مہاتما جی کو بتایا کہ وہ بدری نارائن مندر کے بالکل نزدیک ہیں اور کہا کہ میں اس چال کو بھی اچھی طرح سمجھ گیا ہوں جو کہ اس گندھرب نے ہمارے ساتھ چلی ہے اس نے ہم دونو کو رتھ میں بیٹھنے کے بعد بے ہوش کر دیا تھا اور اس کے بعد ہمیں یہاں چھوڑ کر چلا گیا پس میں آپ کو حسب وعدہ اندر لوک نہیں لے جا سکا جس کے لئے مجھے افسوس ہے اب میں گرنار جنگل میں جا کر تپ کرونگا۔ اور زیادہ سدھیاں حاصل کرونگا آپ اپنے کرپال سنگھ کو یہاں کہیں انتظار کرتے پائیں گے۔ مجھے جانے کی اجازت دیں۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ گندھرب لوگ آپ سے اور مجھ سے زیادہ شکتیاں پراپت کئے ہوئے ہیں وہ ہم جیسے منشوں سے حسد کرتے ہیں وہ گندھرب جو رتھ کو چلا رہا تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ ہم اس کے راجیہ میں داخل ہوں۔ بس وہ اپنی شکتی سے ہمیں یہاں لے آیا۔ یہ کہکر سنیاسی وہاں سے چلے گئے۔ جب تپسوی جی مہاراج نے یہ کہانی سنائی تو اُن سے پوچھا گیا کہ کیا ایسے مقدس ذی روح واقعی کسی جگہ پر ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ اُن کے ساتھ اور دوسرے سنیاسی کے ساتھ جو کچھ اصل واقعہ پیش آیا ہو بہو وہی بتایا ہے۔ اُن گندھربوں میں ہم انسانوں سے زیادہ شکتی ہے۔ اور وہ ہم سے حسد کرتے ہیں۔ اُس گندھرب کے لئے بیہوش کر دینا بہت ہی آسان کام تھا۔ مہاتما جی نے مزید کہا کہ سادھارن منش کے لئے اُن گندھربوں کو دیکھنا مشکل نہیں لیکن اس دور دراز جگہ پر پہنچنا نہایت ہی مشکل ہے جہاں کہ ہم دونو پہنچے تھے۔ یہ جگہ ہمالیہ پہاڑوں میں کسی جگہ چھپی ہوئی ہے۔

اُدھر سادھو کرپال سنگھ اپنی روحانی سادھنا میں لگے ہوئے شری وشنو داس جی کا انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ کئی دنوں کے بعد وہاں پہنچے تو کرپال سنگھ نے اُن کا سواگت کرتے ہوئے پوچھا کہ اُن کو اتنا زیادہ وقت اس فاصلے کو طے کرنے میں کیوں لگا ہے۔ تو مہاتما جی نے اُسے اندر لوک کی یاترا کی مندرجہ بالا کہانی سنائی۔ جسے سن کر سادھو کرپال سنگھ بہت حیران ہوا +

مہاتما جی اور کرپال سنگھ بدری نارائن مندر میں بھگوان نارائن کے درشنوں کو گئے۔ نارائن ایشور کا پوتر نام ہے۔ وہی ہر انسان کے دل میں ویاپک ہے۔ یہ نارائن بھگوان ہی ہیں جن کو اُپنشدوں میں مختلف ناموں سے مثلاً برہما شو اکھشر وغیرہ سے پُکارا گیا ہے۔ سے خلا میں سورج بھگوان کی وساطت سے جو کچھ بھی نظر آتا ہے اُس میں کیول نارائن بھگوان ہی وراجمان ہیں۔ نارائن بھگوان ہی لافانی برہما ہیں جیسا کہ شریمد بھاگوت پُران میں بیان کیا گیا ہے۔ بھگوان نارائن نے ایک رشی کا جنم دھارن کیا تھا تا کہ سچائی ڈھونڈنے والوں کو بلند ترین روحانی تعلیم مل سکے۔ اُن کے پتا کا نام دھرم اور ماتا کا شبھ نام مورتی تھا۔ پیدائش کے بعد انہوں نے گھور تپ بدری آشرم میں کیا سب مہان رشیوں نے اُنکی پوجا کی اور اب بھی کر رہے ہیں۔ یہی کارن ہے کہ ایشور کی پوجا کرنے والے اس مندر کا بہت احترام کرتے ہیں +

مہاتما جی اور کرپال سنگھ نے بہت دنوں تک نارائن بھگوان کی پوجا کرنے کے بعد اپنا سفر شروع کیا جہاں کہیں بھی اُن کو رات آ جاتی تھی وہ لکڑیوں کی آگ جلا کر آرام کرتے تھے۔ اس سفر کے دوران وہ زمین قند کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ کئی دنوں کے لگاتار سفر کے بعد برسات کا موسم شروع ہو گیا۔ جو کہ چار ماہ تک رہتا تھا۔ غیر معمولی برسات اور

مون سون ہواؤں نے اُن کے لئے چلنا پھرنا دشوار کر دیا۔ کرپال سنگھ نے جنگل میں ایک مکان تلاش کیا۔
جس میں ایک چوکیدار رہتا تھا۔ اُنہوں نے اس سے کہا کہ اُن کو رہائش کے لئے جگہ اور کھانا چار ماہ کے لئے درکار ہے
چوکیدار نے اُنہیں خوش آمدید کہا اور اُنکی مہمان نوازی کے لئے خوشی کا اظہار کیا اُسسے مہاتما جی کو تمام وقت مکان کے
ایک کونے میں سمادھی لگا کر گزارتے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اُس کے پاس تمام موسم کے لئے کھانے کا کافی سامان تھا۔
اس لئے دونوں مہمانوں کے آنے سے اُسے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ برسات ختم ہوتے ہی مہاتما جی اور کرپال سنگھ چوکیدار کو
آشیرواد دیکر اپنے اگلے سفر کو روانہ ہوئے۔ وہ عرصہ چھ ماہ تک مشرق کی جانب چلتے رہے آخر کار کئی ایک آشرموں میں
رُکتے ہوئے وہ ایک چراگاہ سے گزرے جہاں اُنہوں نے سینکڑوں گئووں اور بھیڑوں کو اِدھر اُدھر چرتے ہوئے دیکھا
اس سے پیشتر انہوں نے کہیں بھی ہمالیہ پہاڑوں میں ایسا نظارہ نہیں دیکھا تھا۔ وہاں سے ابھی وہ چند قدم ہی چلے
ہوں گے کہ ایک بہت لمبے قد کے مہاتما سے اُنکی بھینٹ ہوئی اُن کے چہرے پر روحانی جلال تھا۔ اور انہوں نے
بھوج پتر کی لنگوٹی پہن رکھی تھی۔ اُن کا قد آٹھ فٹ لمبا تھا اور باقی اعضا بھی نسبتاً بڑے تھے۔ اُنکی لمبی کالی
داڑھی تھی سر کے اوپر جٹاؤں کا جوڑا بنا رکھا تھا۔ شری وشنو داس اور کرپال سنگھ نے اس شکل کا مہاتما اس سے پہلے
نہیں دیکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بہتر انسانی مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن کے چہرے سے حد درجہ رحمدلی
اور جلال ٹپکتا تھا انہوں نے اُس مہاتما کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا وہ اُن دونوں کو اپنے غار کے پاس دیکھکر حیران
ہوگئے کیونکہ وہ جگہ انسان کی پہنچ سے باہر تھی اُنہوں نے بتایا کہ وہ سادھو ہیں اور نیپال کی طرف جا رہے
ہیں۔ وہ مہاتما اُن دونوں کو اپنے غار میں لے گئے۔ جو کہ پہاڑوں میں چھپا ہوا تھا۔ اس میں تین کمرے تھے۔
اس کے بعد اُس مہاتما نے اُن کو کھانے کے لئے دودھ اور پھل لاکر دیئے اور اُن کو کچھ دن وہاں آرام کرنے کو
کہا۔ یہ بات چیت انہوں نے سنسکرت میں کی اس کے بعد وہ گائے اور بھیڑوں کو چراہ گاہ سے ساتھ والے احاطہ
میں لے آئے۔ اتنے میں رات ہو چکی تھی اور وہ دوسرے کمرے میں سو گئے۔ اگلے دن انہوں نے دونوں مہمانوں
کو پھل اور دودھ کا ناشتہ کرایا۔ خود بھی اُنہوں نے کافی دودھ پیا اور پھل کھائے پھر گائیں اور بھیڑوں کو چرنے
کے لئے چراگاہ میں چھوڑ دیا۔ مہاتما جی اور کرپال سنگھ ہمالیہ پہاڑوں میں ایسی جگہ دیکھکر حیران تھے۔ وہ اس لاثانی
مہاتما کی کہانی سُننے کے بہت خواہش مند تھے۔ کرپال سنگھ نے اُنکو بتایا کہ وہ نیپال جاکر شری پشوپتی ناتھ جی کے
درشن کرنا چاہتے ہیں۔ شری وشنو داس جی نے مہاتما کو اپنی زندگی کے بارے میں بتلانے کو کہا اور اُن سے پوچھا کہ وہ یہاں
کتنے عرصہ سے رہ رہے ہیں وہ صرف سنسکرت ہی جانتے ہیں ہندی کیوں نہیں جانتے۔ اُنہوں نے اپنی کہانی
اپنی زبانی اس طرح سُنائی۔ "میں اجودھیا میں پیدا ہوا تھا میرا نام دویدی ہے میں نے اجودھیا میں رہائش کے
دوران دو وید پڑھے تھے اُس وقت شری کرشن مہاراج جی متھرا میں وراجمان تھے۔ اور راجہ اُگر سین (کرشن
مہاراج کے نانا) وہاں راج کرتے تھے۔ میرے گورو نے مجھے بتایا کہ شری کرشن مہاراج ایشور کے اوتار ہیں اور
مجھے اُن کے درشن کرنے کو کہا۔ میں اپنا آبائی قصبہ چھوڑ کر متھرا اُن کے درشن کرنے کے لئے گیا۔ لیکن وہ وہاں سے دوارکا

جا چکے تھے۔ میں اجودھیا واپس لوٹنے کی بجائے متھرا سے بدری آشرم چلا گیا اور کئی سال وہاں تپ کیا۔ اس کے بعد میں یہاں بہت صدیوں سے رہتا ہوں جب میں بدری آشرم سے چلا تو مجھے کسی نے ایک گائے اور بچھڑا دیا۔ اُن کو میں یہاں لے آیا۔ اور گائے کے دودھ پر گزارہ کرنے لگا۔ یہ گائیں اور بچھڑے اُسی پہلی گائے کی نسل سے ہیں۔ جو کہ اب کئی سو بن چکے ہیں۔ کرپال سنگھ اور شری وشنو داس اجودھیا کے مہاتما دویدی کی کہانی سُنکر حیران ہوئے اُنہوں نے پوچھا کہ اُنکی پانچ ہزار سال سے زیادہ آیو کا کیا راز ہے۔ یہ سُنکر مہاتما دویدی مُسکرائے اور جواب دیا کہ وہ گائے کا دودھ پیتے ہیں۔ اور جڑی بوٹیاں کھاتے ہیں۔ وہ جڑی بوٹی انہوں نے دونو مہمانوں کو دکھائی اور کہا کہ آپ اس عجیب و غریب بوٹی کو دیکھتے ہیں۔ یہ اس جگہ کافی مقدار میں اُگتی ہے۔ اس کو "سوم لتا" کہتے ہیں۔ اس کی پندرہ مختلف قسمیں ہیں نئے چاند کے دن اس پر کوئی پتہ نہیں ہوتا اگلے دن اُس پر ایک پتہ اُگ آتا ہے۔ اس طرح روزانہ ایک ایک پتہ بڑھتا رہتا ہے۔ اور پورنماشی کے روز اس پر پورے پندرہ پتے ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک پتہ پر ایک یا زیادہ لال نشان ہیں میں ان پتوں کو اکٹھا کر کے رگڑ لیتا ہوں۔ ان میں سے ایک طرح کا دودھ سا نکلتا ہے۔ جس کو میں گائے کے دودھ کے ساتھ پی لیتا ہوں۔ "سوم لتا" کے رس کے استعمال سے ہر کوئی ہزاروں برس تک زندہ رہ سکتا ہے اور اگر میں گول شکل کے پتے اکٹھے کروں اور اُن کا رس پیوں تو میں دس ہزار سال تک زندہ رہ سکتا ہوں۔ میں اپنا زیادہ وقت تپسیا میں گزارتا ہوں۔ دونوں مہاتما وہاں دس دن تک رہے لیکن اجودھیا کے مہاتما دویدی نے اُنہیں "سوم لتا" رس پینے کو نہ دیا۔ وہ مہمانوں کی سیوا گائے کے دودھ اور پھلوں سے کرتے رہے۔ پانچ ہزار سال سے زیادہ عمر کے مہاتما نے دونو مہمانوں کو نیپال کا راستہ بتانے کے بعد رخصت کیا۔　　باقی پھر،

لابھ چند کوہلی
کواٹر ۱۱ بلاک ۲ ریلوے کالونی
سیوا نگر نئی دہلی ۳

"دربار میں تیرے کسی شے کی کمی نہیں"

از قلم۔ شری بنارسی داس ہوشیارپوری۔ دہلی
مکان ۲۰۸۵ گلی ۳۷ نائی والا (قرول باغ)

لطف و کرم کہ رحم کی جلوہ گری نہیں　　دربار میں تیرے کسی شے کی کمی نہیں
جسکو بھی کوئی غم نہیں کوئی خوشی نہیں　　اُسکی بھی زندگی میں کوئی زندگی نہیں
اے غم ترے طفیل گذرتی ہے زندگی　　جو تو نہیں خدا کی قسم زندگی نہیں
اپنا یہ حال ہو تو کسی کی خبر ہو کیا　　مجھکو خبر خود اپنی کبھی ہے کبھی نہیں
زخمی نگاہ شوق کی وارفتگی نہ پوچھ
وارفتگیٔ شوق کی کچھ آگہی نہیں

اوم اوم

وارشک اُتسو

(ستسنگ سمیلن یعنی گیان یگیہ) زیر صدارت پنڈت نند لال جی ایم اے

خلاصہ کارروائی ست سنگ سمیلن جو کہ پرم پوجیہ برہم لین شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج کی پوتر یادگار میں انکے پرم شِشیہ تیاگ مورت مہاتما شاشوت آنند تیرتھ جی مہاراج کی جانب سے ۹ و ۱۰ و ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۷۱ء کو شری بھگوان بھون رِشی کیش کیا گیا تھا۔

نوٹ:- اس گیان یگیہ میں بھارت کے وکھیات تتو ویتا مہا پرشوں نے اپنے امرت مئی بچنوں کی آہوتی ڈال کر اسے سپھل بنایا انکے وچاروں کو اپنے شبدوں میں قلمبند کرنا میرے جیسے تُچھ بدھی والے کیلئے مشکل نظر آتا ہے۔ ہو سکتا ہے اُن کے بیان کردہ کچھ سدھانت میری بدھی کی گرفت سے بالاتر ہوں اور میں انہیں ورنن کرنے سے عاجز رہا ہوں یا اُن کے مختلف لیکچروں کا سمبندھ قائم نہ کر سکا ہوں تو اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ اُمید واثق ہے کہ وہ اپنی فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے میری اس خامی پر دھیان نہیں دینگے۔" نند لال

شری شری ۱۰۸ پوجیہ برہم نِشٹھی برہم شروتری تیاگ مورت۔ برھم ودّیا کے بھنڈار نرمان اور نرموہ کے مجسمہ ویدانت کو سرل روپ میں ورنن کرنے میں یدّ طولیٰ رکھنے والے شری سوامی گوبند ہری جی مہاراج پردھان ادھیکھش شری بھگوان بھون جن کی پردھانتا میں مذکورہ ستسنگ سمیلن ہوا۔

جی کے افتتاح اور اختتام کے روپ میں یعنی اُپ کرم اور اُپ سنگھار کے طور پر بیان کردہ امرت مئی بچنوں کا

سار سدھانت

مہاں پُرشوں کی یاد منانے کا مقصد اعلیٰ یہی ہے کہ ہم اُن کے اپدیش پر وچار کرتے ہوئے اپنے جیون کو اُنکے انوسار ڈھالنے کا پریتن کریں۔ اُنہوں نے پہلے اپنے انتہ کرن کو تپ اور سنجم کی بھٹی میں نرمل کیا۔ گیان کے نور سے منور ہو کر آتم ستھتی پراپت کی جنم مرن کے چکر کو نوارن کیا۔ خود آ گن کے بندھن سے مکت ہو کر دوسروں کو نربھئے بنانے کیلئے پریتن شیل ہوئے۔ جو خود سکھی ہوتا ہے وہی دوسروں کو سکھی بنا سکتا ہے۔ تین تاپوں سے رہت ہی دوسروں کے ادھیاتمک ادھی دیوک اور ادھی بھوتک روگ دور کر سکتا ہے۔

گورو واک۔ جنم مرن دو ویں ناہیں۔ جن پراپکاری آئے

بقول مثنوی مولانا روم۔ آن زروئے کائیں درہا ہست ازو
نیستی کایں ہستہا ماں ہست ازو

لذت الہام ووی وراز او کہربائے فکر ہر آواز او

ارکھ۔ اولیاء اللہ کی برکت کے کیا کہنے جن کی صفائی قلب سے ہمارے دل کے شیشے منور ہو گئے جنہوں نے اپنی خودی کی دیواروں کو مسمار کر کے ہماری خود شناسی کی عمارت کو تعمیر کیا۔ اُنکی ہر ایک آواز دنیا داروں کو چنتاؤں اور تفکرات سے نجات دلانے والی ہے۔ اُن کے پوتر کلام کو اگر الہام یعنی کلام الٰہی سے تعبیر کیا جائے تو اس میں ذرہ بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

کرم اور اُپاسنا کی پگ ڈنڈیوں پر ٹھوکریں کھاتا ہوا انسان صحیح رہنمائی نہ ملنے کے کارن جنم مرن کے چکر میں بھٹکتا رہتا ہے سوائے پریشانی اور بے چینی کے اُسے چین کہاں۔ لیکن جب سوامی گوبند آنند جی جیسے عارفان کامل کی نظر رحمت سے مستفیذ ہوتا ہے۔ تو اس کے سب دُکھ دُور ہو جاتے ہیں۔ اور اُسے معرفت کی شاہراہ کا پتہ چل سکتا ہے"۔

بقول۔ گور پرساد میں ڈگرو پائیو۔ یعنی گورو کی کرپا سے مجھے گیان روپی سڑک پراپت ہو گئی۔ جس پر چلنے سے مجھ بے ٹھکانہ کو ٹھکانہ مل گیا۔ سب مفروضہ دُکھ ختم ہو گئے حقیقی مستی جو میری وراثت تھی اُس نے مجھے مست بنا دیا۔

بقول:۔

جو جانے تاں مکت ہے نہیں جانے تاں بندھ
بھرانتی مانز سنسار میں بھٹکے جیوں کھگ اندھ

۵ - جو جانے تاں آپ ہے نہیں جانے تاں آپ
اُن جانے ہی ہوت ہے مدھیہ کال سنتاپ

سچ ہے جب تک اس پرانی نے اپنے آپ کو نہیں جانا تھا۔ تب تک دُکھی تھا۔ جب اپنے آپکی پہچان ہو گئی تو پھر دُکھ کہاں۔ سروپ میں تو کسی پرکار کی کمی بیشی نہیں ہوتی صرف دُکھی ہونے کا وہم ہی پریشان کرتا ہے۔ جو کہ خود شناسی کا امرت پان کرنے سے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے۔

فقیروں کی بادشاہی سدا قائم و دائم رہتی ہے۔ دنیا میں کئی سلطنتیں قائم ہوئیں بگڑیں اور تباہ ہو گئیں۔ کئی بادشاہ آئے اپنا فرمان چلاتے رہے اور دُنیا سے ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔ آج اُن کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ کوئی انکا نام لیوا بھی نہیں رہا لیکن بھگوان رام۔ بھگوان کرشن۔ بُدھ۔ عیسیٰ۔ حضرت محمدؐ۔ گورو نانک۔ سنت کبیر۔ مولانا رُوم۔ شیخ سعدی۔ امیر خسرو۔ بلھے شاہ۔ فقیر سرمد۔ شمس تبریزی۔ منصور۔ جگت گورو شنکر آچاریہ۔ سوامی وویکانند۔ سوامی رام اور سوامی گوبند آنند۔ جیسے سنتوں اور مہا پرشوں کے چلائے ہوئے اپدیش روپی فرمان جب تک سورج اور چاند قائم ہیں زندہ رہینگے۔ دکھیوں کی رہنمائی کرتے ہوئے اُن کے جیون کو سُکھی بناتے رہینگے۔ اور بھولے بھٹکے پرانیوں کو حقیقت کا مارگ دکھاتے رہینگے۔

سنتوں کے اُپکار کہاں تک ورنن کریں نظام قدرت کے کارکنوں کی طرح اُنکا جیون پرانی ماتر کے کلیان کیلئے وقف ہوتا ہے۔ جیسے سورج پرکاش دیتا ہے تمام جیو جنتوؤں کے جیون کا آدھار ہے۔ ہمارے لئے اناج، سبزیاں اور پھل پکاتا ہے ہوا سے تمام ذی روح مخلوقات کی زندگی قائم ہے۔ دھرتی سب کو کھائے ہوئے ہے ہمیں خوراک

اور پوشاک کے سب سادھن مہیا کرتی ہے۔ مادرِ مہربان کی طرح ہمیں اپنی گود میں لئے ہوئے دھیرج کا اپدیش دیتی ہے۔ ندیاں اور برکھش سب کا جیون دوسروں کے اُپکار کے لئے ہے۔ اسی طرح سنت بھی سورج کی طرح گیان کا پرکاش دینے والے۔ وایو کی بھانتی ادھیا تماک جیون کا سنچار کرنے والے دھرتی کی طرح دین دُکھیوں کی اوٹ اور سہارا ہوتے ہیں۔ برکھشوں کی طرح خود سنکٹ سہارتے ہوئے دوسروں کو اپدیش روپی سایہ میں پناہ دیتے ہیں۔ ندیوں کے جل کی طرح پاپیوں کے پاپوں کی میل کو دھوتے والے ہوتے ہیں۔

دھارک جیون میں اُن کے اُپکار سے لاکھوں انسان فیض یاب ہوتے ہیں۔ اُن کے اُپکار سے چلائے ہوئے اِن چھتروں سے بھوکوں کو بھوجن۔ اُن کے لگائے تالاب۔ باوڑی کوپ سے پیاسوں کو پانی۔ ہسپتالوں سے روگیوں کو اوشدھی ملتی ہے۔

سوامی جی کا جیون بالکل اسی پرکار کا جیون تھا۔ اُنکا سارا جیون پرانی ماتر کی بھلائی میں بیتا۔ جہاں جیسا ضرورت مند دیکھا وہاں اُسکی اُسی پرکار سے امداد کی۔ جب تک دنیاوی کاروبار چلایا وہ سب شاستر کے انوسار تھا اور اسی پرکار کا ویوہار چلانے کی گرہستیوں کو سکھشا دی۔ اُنکے اپدیشوں سے مایا کی اگنی سے تڑپتی ہوئی روحوں کو شانتی نصیب ہوئی اور آج بھی گو بندر پرکاش پُستک روپ میں اُن کا اُپدیش کئی بھولے بھٹکوں کو حقیقت کی شاہراہ دکھا رہا ہے۔ ہمارا پرم کرتویہ ہے کہ اُن کے اُپدیش کو سامنے رکھکر ہر وقت اپنے اعمال نامہ کی پڑتال کرتے رہیں۔ کہ کہانتک ہم اپنے جیون کو اُن کی سکھشا کے انوسار بنا پائے ہیں۔ ہم تن من دھن سے کس قدر پرانی ماتر کی سیوا کرتے ہیں۔ اندریوں کو شُبھ مارگ میں لگا کر شاستر انوسار جیون بتانے میں کہاں تک سپھل ہوئے ہیں۔ ہمارے مانسک وچاروں کا پرواہ زیادہ سے زیادہ کس طرف جاتا ہے۔ بانی سے آتم کتھن اور من سے آتم چنتن میں ہم کتنے آگے بڑھ رہے ہیں۔ گورو بھگتی میں ہماری شردھا اور ہمارا وشواس کتنا دڑھ ہے۔ جتنی جتنی اس مارگ میں ہماری عقیدت بڑھتی جائے گی۔ اُتنا اُتنا ہم منزلِ مقصود کے نزدیک پہنچتے جائیں گے۔ اور جس کام کے لئے ہمیں مانو شریر ملا ہے اس کے اُصول میں کامراں ہو سکیں گے۔

مبارک ہیں وہ ہستیاں جن کا جیون پریکٹیکل (عملی) اور نیشٹھک ہے۔ اور جنہیں ذرے ذرے میں آتم درشن ہوتے ہیں۔

بقول :- ہر چہ آید در نظر ایں خیر و شر

جملہ ذاتِ حق بُود اے بے خبر

گورواک - ایہہ وشو ہر کا روپ ہے ہر روپ نددی آیا۔

اوم شم

"شری ستری 1008 پوجیہ سوامی ودیانندجی مہاراج مہاں منڈلیشور کیلاش آشرم رشی کیش"

ویاکھیان ء؂

نوٹ۔ رشی کیش میں کیلاش آشرم ہی ایک واحد آشرم ہے۔ جہاں سنیاسیوں کو ویدانت شاستر پڑھائے جاتے ہیں۔ گویا اُن کے دوارا گیان کا پرکاش بھارت ورش کے کونے کونے میں پھیلایا جاتا ہے۔ کیلاش آشرم گیان کا لائٹ ہاؤس (LIGHT HOUSE) یعنی چانن منارا ہے۔ جس سے اگیان کے مارگ میں بھٹکتے ہوئے پرانیوں کو حقیقی رہنمائی ملتی ہے۔ آپ اس سے قبل سنیاس آشرم دہلی میں پردھان ادھیکش کے پد پر نیکٹ تھے۔ آپ عالم باعمل ہیں۔ تیاگ کا مجسمہ ہیں۔ آپ کے وچن رموز معرفت اور اسرار نہانی کا گنجینہ ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

پرم پوجیہ برہم لین سوامی گوبند آنندجی مہاراج کے نروان اُتسو کے کاریہ میں مجھے دُوسری بار شامل ہونے کا موقعہ ملا ہے۔ یہ سب اُن کے پرم شِشیہ سوامی شاشوت آنندجی تیرتھ کی بدولت ہے۔ جنھوں نے اس پوتر گیان یگیہ کا پربندھ کرکے ہمیں یہاں اپنے وچار پرگٹ کرنے کا اوسر (موقعہ) پردان کیا ہے۔ آج کئی وچار دھارائیں پرچلت ہیں۔ آج زندگی کی سمسیا اُلجھی ہوئی ہے۔ جس کو سُلجھانے کے لئے مانوتا پربل دینا ضروری ہے۔ آج بڑے بڑے انجینئر۔ ڈاکٹر وکیل اور پروفیسر تو تیار کئے جارہے ہیں۔ لیکن مانو (صحیح انسان) تیار نہیں کئے جارہے۔ انسان میں انسانیت کا جوہر پیدا کرنے کی طرف کسی کا دھیان نہیں۔ ہندو۔ مسلمان۔ بدھ اور عیسائی تو دیکھنے میں آرہے ہیں۔ لیکن حقیقی انسان بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ ہم بھارتی کہلانے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ لیکن مانوتا اس سے بھی وشال ہے۔ مانو کا دیش سارا وشو ہے۔ مانو کسے کہتے ہیں؟ اپنے آپ کو جزوی خودی سے بالاتر رکھنے والا ہی مانو ہے۔ جس کا من چنچل نہیں ہوتا۔ جو دکھ سُکھ میں سمان رہتا ہے۔ جو اپنے من کو سماہت کرنے کی شکتی رکھتا ہے۔ جسے دوسرے شبدوں میں یوگی کہتے ہیں۔ وہی انسان کہلانے کا حقدار ہے۔ یوگی لباس سے نہیں بلکہ من سے بنتا ہے۔ بھگوان کرشن نے شریمد بھگوت گیتا کے چھٹے ادھیائے میں فرمایا ہے۔

आत्मौपम्येन सर्वत्र समं पश्यति यो ऽर्जुन।
सुखं वा यदि वा दुखं स योगी परमो मतः॥

ارتھ۔ سکھ دکھ اپنا اور اوروں کا سمست سمان ہے - جو جانتا ارجن وہی یوگی سدیو پردھان ہے۔

انسانیت برہم درشٹی سے آتی ہے۔

بقول۔ تلسی رامائن :- سیارام مئے سب جگ جانی - کروں پرنام جور جگ پانی

ایشا واسیہ اپنشد۔ منتر نمبر 6، 7

यस्तु सर्वाणि भूतान्यात्मन्येवानु पश्यति।
सर्व भूतेषु चात्मानं ततो न विजुगुप्सते॥
यस्मिन्सर्वाणि भूतान्यात्मैवाभूद्विजानतः
तत्र को मोहः कः शोक एकत्वमनु पश्यतः॥

ارتھ۔ جو گیان وان سب بھوتوں کو اپنے میں دیکھتا ہے اور آپ کو بھی اِن سب بھوتوں میں دیکھتا ہے۔ وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا۔ اور جب اوستھا میں اس وِدوان کو سب اپنا آپ ہی ہوگیا ہے۔ اُسے موہ کہاں اور شوک کس بات کا دہرم کی ہندی بھاشا یعنی دہرم کسے کہتے ہیں؟ انسانیت کا مارگ جس سے سُکھ اور شانتی پراپت ہو اور بدھی کو نیک رستہ پر لگانے والا ہو۔ وہ دہرم کہلاتا ہے۔ دہرم انسان کا چلایا ہوا نہیں ہوتا بلکہ ایشور پریرنا اور ایشوری گیان ہی دھرم کہلانے کا مستحق ہے۔ وید ہی ایشوری گیان ہے جو کہ سرشٹی کے آرنبھ میں رشیوں کے نرمل انتہ کرن میں پرگٹ ہوا۔ رشی منتر درشٹا کہلاتے ہیں نہ کہ منتروں کے رچنے والے۔ جس بانی میں رشیوں نے منتروں کا اُچارن کیا وہ دیو بانی کہلاتی ہے۔ وید شرتی کہلاتے ہیں۔ اُن کا گیان سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے۔ رشیوں دوارہ پرمپرا سے چلا آتا ہے ایک رشی سے اُسکے شِشیہ نے سُن کر یاد کرلیا اُسے آگے سُنا دیا۔ جب کافی وقت اس طرح گزر گیا اور بدھیاں کمزور ہونے لگیں تو اُن کو بھوج پتروں پر دیو بانی کی پرچلت لپی میں تحریر کیا گیا یورپ کے وِدوانوں نے اپنی تحقیق شدہ انہاسک تحریروں میں دُنیا کی سب سے پہلی پستک رگ وید کو مانا ہے۔ سمرتی انسان کے بنائے ہوئے گرنتھ ہیں۔ اُن میں غلطی ہوسکتی ہے۔ مختلف سمرتیوں کے وچاروں میں کئی سدھانتوں کے بارے میں بھید دکھایا گیا ہے۔ اس کا کارن یہ ہے کہ یہ گرنتھ وقت کی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وِدوان وچارکوں نے اپنے انوبھو کے انوسار لکھے ہیں ہر دہرم کے اندر دو قسم کے سدھانت ہوتے ہیں۔ ایک بنیادی یعنی Basic سدھانت جو کبھی نہیں بدلتے۔ اور حقیقت میں انہیں پر دہرم کی عمارت قائم ہے دوسرے پرچلت سدھانت جن کا تعلق سماجک جیون سے ہے اور مُنش کے بنائے ہوئے گرنتھوں میں ملتے ہیں یہی وچار سمرتی کہلاتے ہیں۔ مانو کی بدھی غلطی کرسکتی ہے۔

بقول۔ گورو واک۔ " بھلن ہار سب کو ابھُل گورو کرتار"

وید چونکہ ایشوری گیان ہے۔ اس میں کسی پرکار کی کمی کا امکان نہیں ہوسکتا۔ مانو کیلئے جیون کے ہر ایک کھیتر میں وید سے رہنمائی ملتی ہے۔ بلھا شاہ جیسے مسلمان صوفیوں نے آتم گیان کی عظمت بیان کرتے ہوئے وید کو ہی پرمان مانا ہے۔

بقول۔ الف اپنے آپ نوں سمجھ پہلے کی وستو ہے تیڈڑا روپ پیارے
باجھ اپنے آپ دے صحیح کیتے پویں وِچ وسورے دے دُکھ بھارے
ہور لکھ اُپائے نہ سُکھ ہوسی پچھ دیکھ سیانڑے جگ سارے
سُکھ روپ اکھنڈ چیتنیہ ہیں توں بلھا شاہ پُکار دے وید چارے

انسان کا چلایا ہوا مذہب بعد میں ماننے والوں کو غلطی میں ڈال سکتا ہے۔ کئی فرقوں میں بٹ کر خون خرابے کا کارن بن سکتا ہے جیسے یورپ میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹینٹ عیسائیت کے دو فرقوں میں کئی سالوں تک جدوجہد رہی ایک فرقہ کے لوگوں نے دوسرے فرقہ کے لوگوں کو زندہ جلایا تلوار کے گھاٹ اُتارا مسلمانوں میں سُنی شیعہ۔ اور احمدی فرقوں کے لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہے آج بنگال میں دونوں فریق اسلام

کے ماننے والے ہیں۔ جو کچھ وحشیانہ قتل و غارت وہاں ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ایشوری گیان جو کہ صحیح معنوں میں دھرم کہلاتا ہے۔ اور جس کا مخزن وید ہیں وہ مانو کو پرانی ماتر کے ساتھ پریم کرنا سکھاتا ہے۔ انسان کو صحیح انسان بناتا ہے۔ اُسے خود شناسی کے جوہر سے آراستہ کرتا ہے۔ اسکی بدھی کو گیان کے نور سے منور کر دیتا ہے۔ جس سے وہ ذرّے ذرّے میں آتم جیوتی کا پرکاش دیکھتا ہے۔ بھید بھاؤ ختم ہو جاتے ہیں۔ وید میں جنم سے لے کر مرتیو تک جیون بتانے کی سکھشا ہے۔ ویدوں میں یگیہ۔ دان۔ تپ اور کئی پرکار کی اُپاسناؤں کا وِوَچن آتا ہے۔ کُل ایک لاکھ منتر ہیں جن میں اسّی ہزار (80000) منتر کرم کانڈ کے سولہ ہزار اُپاسنا کے متعلق اور چار ہزار آتمک گیان کے بارے میں ہیں۔ یگیہ۔ دان اور تپ یہ گیان پراپتی کے سادھن ہیں۔ ان سے انتہ کرن نرمل ہوتا ہے بشرطیکہ سب کچھ نشکام بھاو سے کیا جائے۔ جب ہم ان پر علیحدہ علیحدہ وچار کرتے ہیں تو مذکورہ حقیقت ہم پر ہویدا ہو جاتی ہے۔ یگیہ کے ارتھ تیاگ اور سمرپن ہے۔ سب کچھ ایشور کا سمجھنا اور شاستر کے آدیش کے انوسار جیون بتانا یگیہ مے جیون کہلاتا ہے۔ تپ۔ اپنے کرتویہ کو صحیح طریقے سے نبھانا۔ ہر پرکار کے کشٹ کو صبر سے سہن کرتے ہوئے فرض منصبی کے پورا کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔ اور اُسے شاستر کی آگیا کے مطابق انجام دینا تپ ہے۔ دان ایمانداری سے کمائے ہوئے دھن۔ شاریرک بل اور وِدیا کو پرانی ماتر کی بھلائی کیلئے لگانا۔ بانی سے دوسرے کے ہردیہ کو شانت کرنا۔ ہر پرکار کی شکتی سے سماج کو سکھی بنانا۔ پرانی ماتر کے دکھوں کو دور کرنا سب سے بڑا دان ہے۔ تپسوی لوگ جنگلوں میں بیٹھکر تپ کرتے ہیں اپنے شبھ وچاروں اور سنسکاروں سے وایو منڈل کو پوتر بناتے ہیں۔ اپنے آتم اُپدیش سے سمپرک میں آنے والے دکھی دلوں کو شانت کرتے ہیں۔ پرتیک پرانی کے کلیان کے لئے سوچتے ہیں۔ یہ ان کا سب سے بڑا دان ہے۔ ایسے تپسوی لوگوں کے لئے جنہوں نے اَن اور بستر کے جھنجھٹ لگا رکھے ہیں۔ ان کے رہنے کے لئے استھانوں کا پربندھ کیا گیا ہے یہ سب دان کی مہماں ہے۔ لنگوٹی باندھنے والے ہی ادھیاتم گیان کا اُپدیش کر سکتے ہیں۔ تیاگ سے ہی برہم وِدیا کی یوگتا آتی ہے۔ اُپواس کا ارتھ بھی اندریوں کا سنیم اور ان کا سد اُپیوگ ہے۔ مذکورہ بالا سب سادھن گیان کا ادھیکار پیدا کرتے ہیں۔ یہ موکھش کے بہرنگ (باہر کے) سادھن ہیں۔ موکھش کا انترنگ سادھن جہاں واکیہ کا گورو دوارا اُپدیش ہے۔ شریمد بھگوت گیتا میں بھی دو پردھان وچار ہیں۔ کرم نیشٹھا کرم سادھن اور گیان نیشٹھا سادھیہ ہے۔ آتم گیان ہی مانوتا کا پاٹھ پڑھاتا ہے۔ آتم گیان ہی سکھی بناتا ہے۔ آتم گیان ہی جنم مرن کے چکر سے مکتی دلاتا ہے۔ آتم گیان ہی گیان کہلانے کا مستحق ہے اس سے وپریت باقی وِدیائیں مایا موہ میں پھنسانے والی اگیان کہلاتی ہیں۔ بمطابق شریمد بھگوت گیتا تیرھواں ادھیائے شلوک نمبر ۱۱ ۔

अध्यात्म ज्ञान नित्यत्वं तत्वज्ञानार्थ दर्शनम् ।
एतज्ञान मिति प्रोक्तम ज्ञानं यदतोऽन्यथा ॥

ارتھ۔ ادھیاتم گیان وتتو گیان وچار یہ سب گیان ہے۔ وپریت انکے اور جو کچھ ہے سبھی اگیان ہے۔"

ایک اندھے کے پیچھے چلنے والے سب اندھے ہوتے ہیں۔ سنساری وِدیاؤں کے جاننے والے ادھیاتم واد کے مارگ میں اندھے مانے جاتے ہیں۔ اور اُن کے پیرو کار بھی اندھے ہی ہوتے ہیں۔ مانوتا کی چرم سیما ہی آتم گیان ہے۔

پرماتما گیان سروپ ہے۔ انوبھو کا وشے ہے۔ مہاں پرشوں کی شرن میں جانے سے یہ بودھ پراپت ہوتا ہے۔ جسے اپنے آپ کی پہچان ہوگئی اُس نے سب کچھ پراپت کر لیا۔ اس لئے جگت گورو سوامی شنکر آچاریہ جی نے مانو کو خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے انسان تو اپنے ہرزیہ کو ٹٹول اور دیکھ کہ تو کدہر جا رہا ہے۔ اور تجھے کہاں جانا ہے۔ خودی کا بندھن ہی جیو کا سروپ ہے۔ اور اس بندھن سے مکت ہونے کا نام ہی خود شناسی ہے۔

پرکرتی کے بندھن میں پڑا ہوا جیو پرتی دن جاگرت۔ سوپن اور سکھوپت اوستھاؤں میں گزرتا رہتا ہے۔ جاگرت اوستھا میں اندریہ جنیہ گیان ہوتا ہے۔ استھول شریر اور سوکشم شریر یعنی سارا سنگھات کام کرتا ہے۔ جیو سمان روپ سے سارے شریر میں رہتا ہوا وشیش روپ سے داہنے نیتر میں نواس کرتا ہے بیکھری بانی بولتا ہے۔ ستھول بھوگ بھوگتا ہے۔ کریا شکتی اور رجوگن پردھان ہوتا ہے۔ اس اوستھا کا ابھیمانی بیو وشو کہلاتا ہے۔ سوپن اوستھا میں نہ تو استھول شریر اور نہ ہی اندریاں کام کرتی ہیں کیول من ہی ہوتا ہے۔ نئی اندریوں اور نئے شریر کی فرضی رچنا ہوتی ہے۔ نیا سنسار رچ لیتا ہے۔ اور اس سے کھیلنے لگتا ہے۔ آپ ہی شریر بنتا ہے اور آپ ہی اس کے آگے بھاگتا ہے۔ آپ ہی ندی۔ آپ ہی ناؤ اور آپ ہی ناؤ دوارہ اس سے پار ہوتا ہے۔ جیو کا وشیش ستھان کنٹھ ہوتا ہے۔ یہ ساری رچنا ناڑی میں رچی جاتی ہے۔ جو بانی وہاں بولی جاتی ہے۔ وہ مدھیما کہلاتی ہے۔ جسے یہ خود ہی بولتا ہے اور خود ہی سنتا ہے۔ سنکلپ سے یا واسنا سے بھوگ بھوگتا ہے۔ گیان شکتی کام کرتی ہے اور ستوگن پردھان ہوتا ہے۔ اس اوستھا کا ابھیمانی جیو تیجس کہلاتا ہے۔ جیو جب دونوں پرکار کے کھیلوں سے تھک جاتا ہے۔ تو خواب غفلت یعنی سکھوپت اوستھا میں آرام فرماتا ہے اس میں من سمیت سارا سنگھات اپنے کارن اودیا میں لین ہو جاتا ہے۔ اس اوستھا میں جیو کا وشیش نواس ستھان ہرزیہ ہوتا ہے۔ بانی پشینتی کہلاتی ہے۔ آنند بھوگ۔ درویہ شکتی اور تموگن کی پردھانتا ہوتی ہے۔ اس اوستھا کا بودھ اودیا برتی دوارہ ہوتا ہے۔ اور گیان ساکھشی بھا بیہ کہلاتا ہے۔ اپنا آپ اودیا کی چادر اوڑھے ہوا ہوتا ہے۔ اس اوستھا کا آنند کالے کپڑے میں سے چھن چھن کر بھاسنے والے پرکاش کی بھانتی ہوتا ہے۔ من دوسرے دن کیلئے کام کرنے کی شکتی اسی اوستھا میں پراپت کرتا ہے۔ اس کے ابھیمانی کا نام پراگیہ ہوتا ہے۔ اس اوستھا میں نہ تو اپنے آپ کو جانتا ہے۔ اور نہ ہی نام روپ کا گرہن ہوتا ہے اس لئے اسے اگرہن کہتے ہیں۔ جاگرت اور سوپن میں اپنے آپ کا بودھ تو نہیں ہوتا لیکن نام روپ کو دیکھتا ہے۔ اور اُسی کے چکر میں گھومتا رہتا ہے۔ ان اوستھاؤں میں انیتھا گرہن اور تتو اگرہن ہوتا ہی تتو اگرہن سے مراد اپنے آپ کا بودھ نہ ہونا۔ یعنی اپنے آپ کو صحیح روپ میں نہ جاننا تتو اگرہن کہلاتا ہے اور اپنے آپ کو کچھ اور مان لینا انیتھا گرہن کا نام پاتا ہے۔ سوپن اور سکھوپت اوستھا سے ہی ویدانت کی سمجھ آتی ہے واستو میں یہ دونوں حالتیں زبان حال سے ہمیں روزانہ گیان کراتی ہیں۔ لیکن اس کو سمجھنے کے لئے مہان پرشوں کی شرن میں جانا پڑتا ہے۔ سوپن اوستھا جو کہ اودیا کا پیرنام اور چیتن کا ووِرت ہے ساری رچنا آپ ہی رچتا ہے اور آپ ہی اس میں گھبراتا ہے۔ سوپن کے دکھوں سے نورت ہونے کا ایک ہی اُپائے ہے کہ سوئے ہوئے کو جگا دیا جائے سب دکھ یکدم کافور ہو جاتے

ہیں کیونکہ وہ موہومہ یعنی فرضی ہوتے ہیں۔ اسی طرح جاگرت کا سنسار بھی تینوں کال ہُوا ہی نہیں۔ لیکن گیان جاگرت ہونے پر یہ فرضی معلوم ہوتا ہے۔ وہ تھوڑے وقت کا سوپن ہے جاگرت اوستھا لمبا سوپن ہے۔ وہ جیو سنکلپ ہے اور یہ جیوؤں کے کرموں کے انوسار ایشور کا سنکلپ ہے۔ سوپن کے پدارتھ پرتی بھاسک ستا والے کہلاتے ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں جاگرت کے پدارتھوں کی ویوہارک ستا ہے۔ لیکن جب گیان کے نیتر کھلتے ہیں۔ تو سارا پرپنچ پرتی بھاسک ستا والا پرتیت ہونے لگتا ہے۔ اس لئے مہان پرشوں نے سنسار کو متھیا کہا ہے۔ متھیا کے ارتھ صوفی وچار کے انوسار نمود بے بود کے ہیں یعنی جو وجود سے ہو نہیں اور نظر آئے۔ اسی لئے تو سائیں بلھے شاہ نے فرمایا ہے۔

ت۔ تنک جتنا چھدر چھید ناہیں اک لکھ نہ جھنے سما وندا ہے
ڈھونڈ دیکھ جہان دی ٹھور کتھے ان ہوندڑا ہی نظر آوندا ہے
جویں خواب دا خیال ہی سُنیاں توں طرح طرح دے رُوپ دکھلاوندا ہے
بُلھا شاہ نہ تجھ تے کجھ باہر تیرا بھرم ہی تینوں بھرماوندا ہے

اب سکھوپت اوستھا کو لیجئے جس میں سب وشئے بھوگ ناپید ہوتے ہیں۔ سنسار کے سارے سُکھوں کو چھوڑ کر جیو سکھوپت اوستھا کا آنند لینا چاہتا ہے۔ دوسرے دن کے کام کیلئے وہاں سے شکتی اور تازگی پراپت کرتا ہے۔ اگر وشیوں میں آنند ہوتا تو سکھوپت اوستھا میں جانے کی کون کامنا کرتا۔ جو لوگ من کے سنجوگ سے آتما کا آنند مانتے ہیں۔ اور اُن کے وچار میں آنند آتما کا گُن ہے جو من کے سنجوگ سے پرگٹ ہوتا ہے۔ اُنہیں اس بات کو بھی پرکار سمجھنا چاہئے کہ سکھوپت میں من اپنے کارن اودیا میں لین ہوتا ہے۔ وہاں کیول اپنا آپ ہوتا ہے اور وہ آنند آتم دیو کا ہی آنند ہے۔ اس سے سدھ ہوتا ہے کہ میرا اپنا آپ آنند سروپ ہے وشیوں میں آنند آتم آنند کے کارن ہے۔ تینوں اوستھاؤں میں جانے سے سروپ میں کچھ پروتن نہیں ہوتا یا ون پنیت گوربانی نے ان اوستھاؤں آتم دیو روپی راجہ کے نواس استھان بنایا ہے۔ گور واک۔ جاگرت۔ سوپن سکھوپت تریا

آتم بھوپت کی ایہہ پُریا

جاگرت اوستھا کا آنند۔ اندریہ اور من گراہیہ ہے۔ سوپن اوستھا کا آنند کیول من گراہیہ ہے سکھوپت اوستھا کا آنند ساکھشی وہی نش بھاگیہ شالی ہے جس نے اسی جنم میں مہان پرشوں کی شرن جاکر اپنے آپ کی پہچان کرلی ہے اُسے ہی حقیقی شانتی نصیب ہوتی ہے اور وہی کرتیہ کرتیہ ہو جاتا ہے۔ بقول سائیں بلھے شاہ۔

الف آج ہویا سبھو جھ میرا غمی شادی دے پار کھلویا ہیں
ہویا دور دل بھرم سب دم ایا ڈر کال دا فاضیا کھویا ہیں
ساڈھ سنگ دی دیاتے ہویا برل گھٹ گھٹ چیتن سکھ سویا ہیں
بلھا شاہ سنبھال جد مول دیکھیا جو آد تھا انت سوئی ہویا ہیں

(باقی)

ویاکھیان ۳

شری شری ۱۰۸ پوجیہ سنت ہر بھلانی جی مہاراج

نوٹ: وہ مبارک سرزمین پنجاب جہاں رشیوں کو ویدوں کا گیان ہوا۔ جہاں بھگوان کرشن نے ارجن کو گیتاجی کا امرت مئی اپدیش دیا۔ جہاں گورو صاحبان جیسے گیانی اوتاروں اور سوامی رام تیرتھ جی اور دھوت شالگرام۔ سوامی اننت پرکاش۔ رام سوئم پرکاشی اور چدا کاشی ملک ہیمراج جیسے تت ودیا مہاں پرشوں کا جنم ہوا۔ اسی پاون پنیت سرزمین کے آپ ایک انمول رتن ہیں۔ آپ تیاگ۔ پراپکار اور تتکھشا کا مجسمہ ہیں۔ آپ بھارت ورش کے کونے کونے میں مندر اور ست سنگ بھون بنوا کر مانو کیلئے ادھیاتم واد کے سادھن مہیا کر رہے ہیں۔ اور اسے اگیان نندرا سے بیدار کر رہے ہیں۔ آپ اتم اور اچھوتے انوبھو کے مالک ہیں۔ آپ کے وچار پریم کے چھلکتے ہوئے جام ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے

"سنت کو کیا روییئے جو اپنے گرہیہ جائے"

سنت مرتے نہیں برہم لین ہوتے ہیں۔ اور اپنے اپدیش سے ہمیں کرتارتھ کر جاتے ہیں۔ جیسے بادل برسنے کے بعد اپنے جیون کو سماپت کرتے ہیں لیکن کھیتی کو ہرا بھرا کر جاتے ہیں۔ لکڑی جل کر راکھ ہو جاتی ہے لیکن ہمارے لئے بھوجن بنا کر ہمیں ترپت کر دیتی ہے۔ اسی طرح سنتوں کا پنچ بھوتاتمک شریر لوپ ہو جاتا ہے لیکن ان کا لٹریچر اور انکے امرت مئی وچن ہمارے انتہ کرن کو نرمل بنا کر اپنے گیان کے پرکاش سے پرکاشت کر دیتے ہیں۔

سنسار کو حقیقی شانتی سنتوں کی کرپا سے پراپت ہوتی ہے۔

بقول۔ سنت نہ ہوتے جگت میں تو جل مرتا سنسار

سنتوں کی بانی میں غضب کی تاثیر ہوتی ہے وہ جو کچھ اپنے مکھار [illegible] لتے ہیں وہ کلام الہی کا درجہ پاتا ہے سننے والے کا ہردیہ روپی کنول کھل جاتا ہے۔ اسکی تمام بھاونئیں پاک اور پوتر ہو جاتی ہے۔ اور اس کا من پریم ساگر میں ڈوب جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ جب اس پر وچار کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ سنت سئیم کی بھٹی میں اپنی بانی کے مندرجہ ذیل چار پرکار کے دوش جلا دیتے ہیں۔ (۱) کڑوے شبد بولنا (2) متھیا بھاشن۔ (3) نندا کرنا۔ (4) بناں پرلوجن بولنا۔ اور اس کے مقابلہ میں سنت ہمیشہ ست وادی۔ یتھارتھ بولنے والے اور دوسروں کی نندا پرشنسا سے رہت رہتے ہیں اور بناں پریوجن زبان کو ہرگز نہیں کھولتے اور اسی میں ان کی بانی کی عجیب و غریب شکتی کا راز پوشیدہ ہے۔ جہاں سنت اپنی بانی سے آتم ودیا اور آتم نروپن کر کے جگیاسوؤں کے من کی میل کو دھوتے ہیں وہاں انکا مون ورت انکی خاموشی بھی اپنا اثر دکھائے بناں نہیں رہتی ان کے درشن سے ہر پرکار کے سب شکوک دور ہو جاتے ہیں۔ جیسے جب سوامی رام تیرتھ جی مہاراج امریکہ میں تھے۔ انکے ساتھ شاستر ارتھ کرنے کے لئے ایک ناستکوں کی پریزیڈنٹ لیڈی وہاں پہنچی وہ اس وقت سمادھی میں مگن تھے اس لئے اسے ان کے کمرے میں ایک گھنٹہ انتظار میں بیٹھنا پڑا انکی اس مون اور خاموشی نے آتم تلین اوستھا نے نا ستک (اس دیوی) کے من پر کونسا جادو کا اثر کیا کہ اسکے وچار بدل گئے وہ آستک بن گئی جونہی سوامی جی نے اوم کے اچارن سے سمادھی کھولی تو اس دیوی کی زبان بھی اوم کی پوتر

دھونی سے گونجنے لگی۔ سوامی جی نے اُس سے پوچھا دیوی آپ نے کیسے درشن دیئے۔ لیڈی نے جواب دیا "حضور میں یہاں کے ناستکوں کی پردھان ہوں۔ آپ سے تبادلۂ خیالات کرنے آئی تھی۔ لیکن آپ کے چرنوں میں ایک گھنٹہ بیٹھنے سے میرے وچاروں میں پریورتن ہوگیا ہے میں آستک بن گئی ہوں۔ میرا ہردیہ ایشور پریم کے جذبات سے لبریز ہوگیا ہے۔ اب میں بطور شِشیہ کے آپ کے چرنوں میں حاضر ہوں اور اپنے جیون کے لئے صحیح رہنمائی چاہتی ہوں۔ سہ

بقول۔ خاموشی بھی اسرارِ حقیقت کھول سکتی ہے
جہاں گفتار عاجز ہے وہاں یہ بول سکتی ہے

سنتوں کی کرپا درشٹی سے سادھک نہال ہوجاتا ہے۔ اُس کے ہردیہ میں ویراگ کی جوالا بھڑک اُٹھتی ہے۔ سنسار متھیا نظر آنے لگتا ہے۔ فنا اور موت کے تصورات اُس کے سامنے ناچنے لگتے ہیں۔ اور اُن سے اُسکی صحیح رہنمائی ہوتی ہے۔

بقول۔ موت جب تک نظر نہیں آتی زندگی راہ پر نہیں آتی
جس نے اُسکو نظر سے دیکھ لیا اُسے دُنیا نظر نہیں آتی

کہا جاتا ہے کہ آگ سے جل کی اُپج ہوتی ہے پریورتن کی یہ تھیوری سادھک کے ہردیہ میں صادق اُتی ہے۔ ویراگ یعنی برہ کی آگ پریم کے جل میں بدل جاتی ہے۔ وہاں پریم کا ساگر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے پریم کی زبان آنکھ کو مانا گیا ہے۔ وہ پریم اشرو دھارا کے روپ میں پرگٹ ہونے لگتا ہے۔ بقول سہ
پریم چھپائے نہ چھپے جنہہ گھٹ پرگٹ ہوئے یہ مُکھ سے بولے نہیں نین دیت ہیں روئے
پریم اور پرماتما میں رنچک ماتر انتر نہیں

God is love and love is God

گوروا ک۔ جن پریم کیو تن ہی پربھ پائیو

بقول۔ پریم ہری کو روپ ہے۔ ہری پریم سروپ ❊ ایک روپ میں دو بسیں اِک سورج اِک دھوپ
پریم شبد کی اگر تجزی یعنی سندھی چھید کیا جائے تو ایسے بنتا ہے
پرے۔ م (میں) یعنی جُزوی خودی سے پرے

جُزوی خودی سے سرشیٹھ اوستھا اور وہ ہے آتم ساکھیات کار یعنی خودشناسی پریم کی ابتدا ویراگ انتہا آتم آنند۔ اپنے آپ میں قیام۔

بقول سائیں بلھے شاہ :-

غ۔ غم نے مار حیران کیتا اُٹھے پہر پیارے نوں لوڑدی ساں
مینوں کھاونا پیونا بھُل گیا رباّ میل جانی ہتھ جوڑدی ساں

میں اکلہڑی نوں سیّاں چھڈ گئیاں انگ ساک نالوں ناطہ توڑدی ساں
بلھا شاہ جد آپ نوں جھ کیتا تدوں سُتڑی انگ نہ موڑدی ساں

آتم آنند ہی حقیقی سکھ ہے جس کی ۔ تلاش سب پرانی ماتر کو ہے ۔
سنسار کے ویکتی انیک ۔ پریوار انیک ۔ جاتیاں انیک ۔ دیش انیک اور مانگ سب کی ایک،
وہ ہے سچّا سکھ آتم آنند جسکی تلاش میں سب پرانی ماتر سرگرداں ہیں ۔
نقطۂ نگاہ یعنی منزل سب کی ایک ۔ مارگ انیک ۔

کوئی اسے پریوار کے سکھ میں تلاش کرتا ہے کوئی مایا کے پھیلاؤ میں ۔ کوئی شان و شوکت کے جیون میں ۔ کوئی مان پرتشٹھا میں اور کوئی وشے سکھ میں اسکی کھوج کرتا ہے لیکن سب بھٹک بھٹک کر ہار جاتے ہیں اور شانتی اور سکون سے محروم رہتے ہیں ۔ اگر یہ سکھ بھوتک پدارتھوں میں ہوتا تو چین جس کے پاس جن شکتی ۔ امریکہ کے پاس دھن شکتی اور روس کے پاس ینتر شکتی ہے ۔ وہ دیش سکھی ہوتے ۔ وہاں کے نواسیوں میں تو اتنی بے چینی اور اشانتی ہے کہ نیند لانے کے لئے بھی گولیاں کھانی پڑتی ہیں ۔ وہ جب بے چین ہوتے ہیں تو شانتی کی پراپتی کے لئے بھارت ماتا کی شرن میں آتے ہیں ۔ جسے رشیوں سے ورثہ میں ادھیاتمک شکتی ملی ہے ۔ آج دربھاگیہ سے بھارت واسی اپنی اس انمول وراثت سے ونچت ہو رہے ہیں اور بھوتک واد کی طرف بھاگے جا رہے ہیں ۔ لیکن کچھ بھی ہو آج بھی دور دور کے دیشوں سے شانتی اور حقیقی سکھ کے متلاشی جگیا سو گنگا کے نٹ پر سنت مہاتماؤں کی شرن میں پہونچتے ہیں ۔ اور ان کے چرنوں میں رہ کر ان کے امرت مئی بچنوں سے حقیقی سکون و قرار پراپت کر رہے ہیں ۔ وگیان نے پرتھوی سے چاند تک کے فاصلے تو کم کر دیئے ہیں ۔ لیکن دلوں کے فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں ۔ دلوں کے فاصلے برہم ودّیا سے کم ہوتے ہیں ۔ دل کا شیشہ برہم گیان سے منور ہوتا ہے برہم ودّیا سوامی گو بند آنند جیسے سنت و یتا مہاپرشوں کے اُپدیش سے پراپت ہوتی ہے ۔

مہاپُرش ہمیں جینے اور مرنے کا ڈھنگ سکھاتے ہیں ۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں ۔ "کہ اے انسان تیری زندگی کا مقصد درد دل ہٹانا ۔ دکھیوں کے دکھ دور کرنا اور پریم کے مارگ میں آگے بڑھتے ہوئے وشو کو اپنا کٹمب یعنی پریوار سمجھنا ہے ۔

بقول ۔ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

بھول کر تیرے سے کبھی کا دل دُکھی نہ ہو ۔ دنیا میں سب سے بڑا پاپ کسی کے دل کو دُکھانا ہے ۔ اور سب سے بڑا پن دُکھی دل کو سکھی بنانا ہے ۔

چار وید کھٹ شاستر میں بات ملی ہے دوئے دکھ دیئے دکھ ہوت ہے سکھ دیئے سکھ ہوئے

موت کا ڈھنگ بھی سنت ہی بتاتے ہیں ۔ ان کے اُپدیش سے آتم ستھتی پراپت ہو جاتی ہے آتما کو موت کہاں ۔

جنہیں آتم تو میں قیام نصیب ہو جاتا ہے وہ اپنے آپ کو امر مانتے ہیں آوا گون کے چکر سے چھوٹ جاتے ہیں۔ وہ ہنستے ہنستے موت کا انتظار کرتے ہیں اور شریر روپی بندھن سے چھٹکارا پانے میں آنند مانتے ہیں۔

بقول۔ جینا ایسا جینا ہووے جی نہ کلپائے تو
مرنا ایسا مرنا ہووے مرکر پھیر نہ آئے تو
تو روتا ہو سب ہنستے ہوں جب یاں پر آئے تو
تو ہنستا ہو سب روتے ہوں جب یاں سے جائے تو

اسی لئے تو کبیر جی نے کہا ہے۔

جاں مرنے سے جگ ڈرے میرے من آنند
مرنے ہی سے پایئے پورن پرما نند!

راون ودوان ہوتا ہوا بھی عمل کے مارگ میں آگے نہ بڑھ سکا۔ پاپ مئے جیون گزارا۔ لیکن رام کے تیروں نے جہاں اس کے شریر کی نس نس سے پاپ کے پرمانوؤں کو نشٹ کر دیا وہاں اسکی نگاہ کرم نے اثر دکھایا راون کا ہردیہ پوتر ہو گیا۔ مرتے وقت جب رام جی اسکے پاس پہنچے تو اُن کو پرنام کیا اور نہایت ادب سے کہا کہ اے والئے دو جہاں فرمایئے آپ کی جیت ہوئی یا میری؟ رام جی چپ ہو گئے۔ دوبارہ پرشن کیا لیکن جب رام جی نے اُتر نہ دیا تو راون نے آخری وقت یہ شبد کہے۔ اے رام جی اب میں یہاں سے جیت کر جا رہا ہوں کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں اپنی نگری لنکا میں آپ کو داخل نہیں ہونے دیا۔ لیکن آج میں آپ کی زندگی میں آپکی نگری برہم لوک میں یعنی بیکنٹھ دھام میں جا رہا ہوں۔ یہ ہے صحیح موت۔ جس کا ڈھنگ مہان پرشوں کی کرپا درشٹی سے پراپت ہوتا ہے۔

ہمیں بھی سوامی گوبند آنند جی مہاراج جیسے نت ودیا مہان پرشوں سے زندگی اور موت کا ڈھنگ سیکھنا چاہیئے زندگی کا ایک ایک لمحہ آتم مستی اور واہ واہ کرتے ہوئے بیتے۔

بقول۔ ایکتا کو دھار بھاویں بیٹھ بھاویں رٹن کر
گیان دھیان ہوتے تو تو شاہن کو شاہ ہے
آشا ترشنا دینتا کو وسار ڈار
آتم سروپ تو تو سدا ہی نر چاہ ہے
منوا جد جیتیو تو سگل جگ جیتیو جان
ہٹیو دوند بھاؤ کو تو کیہو اچاہ ہے

شری شری ۱۰۸ پوجیہ سوامی گنیشانند جی مہاراج

ودیا گیان ۔

نوٹ :- آپ سادھنا آشرم ہردوار کے مہاں منڈلیشور ہیں۔ برہم نیشٹھی اور برہم شروتری نت ونیتا مہاں پُرش ہیں۔ ویدانت کی جٹل سمسیاؤں کو سلجھانے کی آپ میں خاص اہلیت ہے۔ آپ کا مستک برہم تیج سے چمکتا ہے۔

آپ سب کتنے بھاگیہ شالی ہیں جو ایک نت ونیتا مہاں پُرش کی سمرتی میں گیان کا اُتم اُپدیش پراپت کر رہے ہیں۔ وہ مہاں کاریہ جس کے کارن ایسے مہاں پرشوں کی فضیلت ہے وہ اُن کے اُتم وچار ہیں جن کا آدھار آتم گیان ہے اُنہوں نے اپنی زندگی میں تپ مے جیون بنا کر اپنے سروپ کی پہچان کی اور دوسروں کو اس اُپدیش سے کرتارتھ کیا۔ آتم ساکھیات کار سے اُتم اور کونسا سادھن ہو سکتا ہے جس سے یہ مانو جیون سپھل مانا جائے۔ پرتیک پرانی کو اس کا بھرم ہی دُکھی کر رہا ہے۔ اور اشانت اوستھا میں بھٹکا رہا ہے ویدانت کی درشٹی سے یہ سنسار مٹی گارا۔ اینٹ پتھر اور چونے کا بنا ہوا نہیں ہے۔ نام روپ کا وستار سنسار نہیں کہلاتا۔ سنساد تو ہمارے اندر ہے۔ شوک ہی مقصدار ہے۔ موہ کا دوسرا روپ سنسار ہی جانئے اور بھٹے کو سنسار کی بُنیاد مانئے۔ ورتمان میں لگاؤ کا نام موہ ہے۔ وستو کے چلے جانے پر من کی برتی کا نام شوک ہے۔ چلے جانے کا خطرہ ہی بھئے ہے۔ جو اپنی جگہ پر قائم نہیں وہی پریشان ہے اور اسی کا پاؤں ڈگمگاتا ہے۔ کبھی آگے پھسلتا ہے کبھی پیچھے لڑھکتا ہے۔ آگے پھسلنا مستقبل یعنی بھوشیہ کے سوپن لینا ہے۔ پیچھے لڑھکنا پچھلی باتوں کو یاد کرنا ہے اور ورتمان میں کبھی منوراج کے جنگل میں پھنسنا گویا دلدل میں دھنسنا ہے۔

مہاں پُرش ہمیں یہ اُپدیش دیتے ہیں۔ کہ جو گذر گیا اُس کے بارے میں سوچنا دھولی چھاننے کے برابر ہے۔ اور مستقبل ہمارے بس میں نہیں نا معلوم ہمارا بھاگیہ اُسے کس حالت میں پیش کرے یا اُس وقت تک ہماری زندگی بھی وفا کرے یہ نہ کرے۔ اس لئے ورتمان سے لابھ اُٹھانا ہی صحیح دانشمندی ہے۔ ورتمان میں ساودھان رہنا اور سروپ کو نہ بھولنا ہی عقل سلیم یعنی وویک وتی بدھی کا کرتویہ ہے۔

ایک دفعہ دھرت راشٹر نے ودُر جی سے جو ایک سچے تیاگی نیتی دان اور کوی سنت تھے۔ یہ پرشن کیا کہ کیا آتما کی مرتیو ہوتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر آتما مرنے والا ہے تو پھر سب جھگڑے اور اُپدیش ختم۔ اور اگر آتما کی مرتیو نہیں ہوتی تو پھر خوف کس بات کا لوگ موت سے ڈرتے کیوں ہیں؟ ودُر جی نے جواب دیا۔ اے راجن میں آپ کے اس پرشن کا اُتر دینے سے عاجز ہوں اس کا اُتر کوئی تت ونیتا مہاں پُرش ہی دے سکتا ہے۔ دھرت راشٹر۔ میری نگاہ میں آپ سے بڑھکر اور کون مہاں پُرش ہوگا۔ ودُر جی۔ آپ بھلے ہی مجھے مہان سمجھیں لیکن میں اپنے کو بھلی پر کار جانتا ہوں۔ میں ابھی اس اوستھا میں نہیں ہوں کہ یہ رہسیہ آپ کو سمجھا سکوں میں آپکی جگیاسا کو دیکھکر سنت کمار جی کا آواہن کرتا ہوں۔ آپ کو اُن کے درشن ہونگے اور وہ آپ کے پرشن کو حل کریں گے۔" چنانچہ ودُر جی نے ایسا کیا اور پرم پوجیہ سنت کمار جی پرگٹ ہو گئے۔ دھرت راشٹر جی نے نت مستک ہو کر پرنام کیا اور وہی پرشن اُن کے سامنے دہرایا

ست کمار جی نے اُتر دیا کہ راجن دونوں پکش ست ہیں جو مایا موہ کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اُنکے لئے مرتیو کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ موت سے وہ ڈرتے ہیں اور اُنہیں ڈرنا چاہیئے۔ واستو میں موہ ہی موت ہے۔ آتما امر ہے اُسے موت کہاں جس نے اپنے آپ کو آتما سمجھ لیا۔ آتم استھتی پراپت کرنی وہ موت سے بڑھ ہو جاتا ہے۔ اگر پھر بھی وہ ڈرتا ہے تو اس کی حالت قابل افسوس ہے۔"

اسی خیال کو سائیں بلھے شاہ نے ایسے بیان کیا ہے۔

ج۔ جیونا بھلا کر منتیاں تیں ڈریں مرن تھیں ایہی ارمان بھارا
اک توں ہی تاں جند جہان دی ہیں ملیا اکاش جویں سب ماتھیں نیارا
تیرا جیہا نہ دوسرا ہور کوئی آد انت باجھوں لگیں سدا پیارا
بلھا شاہ سنبھال نہ کال کوئی توں تاں امر ہیں سدا نہیں مرن ڈرا

سنت کبیر جی نے جہاں ناؤ میں ندی کا ڈوبنا۔ اور کیڑی کا نومن کا جل لگانا۔ روپی رہسیہ پورن بچن کہے ہیں اُن کا مقصد آتم تتو کا اتی سوکھشم اور اجرامر سدھ کرنا تھا۔ ناو سے مُراد شریر اور ندی سے بھاو اگادھ آتم تتو ہے جو کہ اس شریر میں قید ہو گیا۔

کیڑی تمام کیٹ ورگ سے اتی سوکھشم اور لطیف تر ہوتی ہے اور اُسکی تشبیہہ آتما سے دی گئی ہے۔ اور نومن کا جل سے مُراد سنسار کی اَن گنت اچھیائیں اور خواہشات ہیں بسنسار کی آسکتی۔ لگاؤ اور میرا پن ہے جس کے جال میں جیو نے اپنے آپ کو پھنسا ہوا مان رکھا ہے۔ جس اگیان روپی کا جل یعنی اندھکار میں یہ بھٹک رہا ہے۔ بالفاظ دیگر مایا کی حرص ہے جس سے یہ حیران و پریشان ہے شہنشاہ ہوتا ہوا ذرین ملین اور آدھین ہے۔

بقول سید بلھا شاہ۔ ح۔ حرص حیران کر سُٹیا تیں تینوں اپنا آپ بھلایا سُو
بادشاہی توں سُٹ کنگال کیتوس تینوں لکھیں لکھ دکھایا سُو
بدمستڑے شیر توں تند کچی پیریں پائے کے بہتہ بہا ٹیا سُو
بلھا شاہ تماشڑا ہور دیکھ نے سمندر نوں کُجڑی پائیا سُو

پنچ دشی کار نے اس کا نقشہ تتو ویک پرکرن तत्व विवेक प्रकरण میں کتنے اُتم ڈھنگ سے کھینچا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

कुर्वते कर्म भोगाय कर्म कर्तुञ्ज भुञ्जते।
नद्यां कीटा इवावर्तादावर्तान्त रमाशु ते।
व्रजन्तो जन्मनो जन्म लभन्ते नैव निर्वृतिम्॥
सत्कर्म परिपाकान्ते करूणानिधिनोद्धृता:
प्राप्य तीरतरू छायां विश्राम्यन्ति यथा सुखम्॥

उपदेश मवाप्येव माचात्तत्व दर्शिन : ।
पञ्च कोश विवेकेन लभन्ते निर्वृतिं पराम् ॥

ارتھ۔ جیو آتما کرموں کے انوسار ایک جُونی سے دُوسری جُونی میں چکر کھاتا ہوا پریشان ہوتا ہے۔ جیسے ندی کی دھار میں پڑا ہوا کیڑا سکھی نہیں ہوتا اسی طرح جیو بھی جلدی جلدی ایک جنم سے دوسرے جنم میں جانے سے حیران اور دُکھی ہوتا ہے اور جب وہ کیڑا اپنے شبھ کرموں کے ادھین کسی دیالو پُرش دوارا وہاں سے باہر نکال دیا جاتا ہے اور کسی چھایا دار درخت کے سایہ میں سکون و آرام پاتا ہے تو سُکھی ہوتا ہے۔ یہی کیفیت جیو کی ہے یہ جیو جب اپنے نیک اعمال کی بدولت کسی تت ویتہ مہاں پُرش کی شرن میں جاتا ہے اور اُن سے تو مسی مہاں واکیوں کا اُپدیش پراپت کرتا ہے تو اسکی بھرانتی نِورت ہو جاتی ہے۔ اور پنچ کوشوں کا وویک کر کے اپنے وستو سُروپ کا انوبھو کر لیتا ہے تب اسے موکھش سُکھ کی پراپتی ہوتی ہے۔ حقیقت میں بھرانتی یا پرماد ہی دُکھ ہے۔ اُلٹ گیان کا نام ہی پرماد ہے۔ یتھارتھ نشچے ہی گیان کا سُروپ ہے اور یہی موکھش ہے۔

مایا کی چکا چوند کرنے والے نام رُوپ کی صورتوں میں یہ جیو مست ہو جاتا ہے۔ ان کا لگاؤ اسے ایسا مدہوش بناتا ہے کہ اپنے آپکی سُدھ نہیں رہتی۔ کام کرودھ آدی لٹیرے آتم دھن کو لوٹ لیتے ہیں۔ اندریاں وشے وکاروں میں پھنس جاتی ہیں من پرمادی بن جاتا ہے۔ بابھی من کے ہاتھوں ناچنے لگتی ہے۔ اور سارا کھیل بگڑ جاتا ہے۔ ابتدائی بھول سے بھولوں کا چکر پڑ جاتا ہے اور یہ جیو ایسی بھول بھلیوں میں پھنستا ہے جس سے چھٹکارا محال ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک مارواڑی دیوی تے بڑے گہنے پہنے ہوئے تھے۔ اور وہ ہردوار ہر کی پوڑی پر اشنان کرنے کیلئے گئی۔ ساتھ میں ایک چھ سال کا بچہ تھا۔ اپنے گہنے اور بستر اُتار کر ایک ٹوکری کے نیچے رکھے اور اوپر بچے کو بٹھا دیا۔ اور اُسے تاکید کی کہ وہ اُتنے عرصہ تک اُس کے اوپر بیٹھا رہے جب تک نہا کر واپس نہ آجائے۔ ٹھگ بھی بڑے درجے کے چالاک ہوتے ہیں۔ ایک ٹھگ نے اس ساری گھٹنا کو دیکھ لیا۔ اس نے بچے کے سامنے تھوڑے سے فاصلے پر کچھ روپے اور سُندر کھلونے وغیرہ گرا دیئے خود دوسری طرف ہو گیا۔ بچہ اُن کو دیکھ رہا تھا۔ دھن اور کھلونوں کے لوبھ نے اُسے ٹوکری پر سے اُٹھنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ اُن کو لینے کیلئے اُدھر گیا۔ اب ٹھگ نے اپنا داؤ پورا ہوتا ہوا دیکھ کر کپڑے اور گہنے اُٹھائے اور وہاں سے چمپت ہو گیا۔ وہ مائی جب باہر آئی تو اُسے پتہ چلا کہ اس کا سب کچھ لُوٹا گیا ہے۔ یہی کیفیت اس جیو کی ہے جس کا پہلے مفصل ورنن کیا جا چکا ہے۔ مایا کے کارندے کام کرودھ لوبھ موہ اہنکار (وغیرہ) اسے غافل پاکر وشے وکاروں کے جال میں پھنسا لیتے ہیں اور اس کی حقیقی سمپتی یعنی آتم دھن سے اسے محروم کر دیتے ہیں۔

بمطابق گورواک۔ نینوں نیند پر درشٹ وکار۔ سترون سوئے سُن نند و یچار
رسنا سوئی لوبھ میٹھے ساد۔ من سویا مایا بسماد
اس گرہیہ میں کوئی جاگت رہے۔ ثابت وست اوہ اپنی لہے،
اک رہاؤ۔ سدگل سہیلی اپنے رس ماتی گرہیہ اپنے کی خبر نہ جاتی

موسُن ہار پنچ بٹوارے۔ سُونے نگر یہ ٹھگ ہارے
اُن تے راکھے باپ نہ مائی۔ اُن تے راکھے میت نہ بھائی
درب سیانڑپ نہ اور رہتے۔ سادھ سنگ اوئے دُشٹ وس ہوتے۔

مذکورہ گوروواک کے انوسار جب سوامی گوبند آنند جیسے عارفانِ کامل سے جگیاسُو کا ملاپ ہوتا ہے تو وہ اپنے امرت رُوپی اُپدیش سے اُسے غفلت کی نیند سے جگاتے ہیں۔ اور اسکی بھُول نکال دیتے ہیں تو یہ بیدار ہو جاتا ہے۔ آسُری سمپتی کے لٹیروں کے پرکوپ سے بچ جاتا ہے۔ اپنے حقیقی ورثہ کو سنبھال لیتا ہے اور اُس کا جیون سُکھ مئے بن جاتا ہے۔

ویاکھیان نمبر ۵　　شری شری ۱۰۸ شری سوامی گیتا نندجی مہاراج

نوٹ:۔ آپ کے نورانی چہرے سے آتمک جلال برستا ہے۔ آپ نے اپنا جیون پرانی ماتر کے کلیان کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ آپ جگہ جگہ ست سنگ بھون بنوا کر مانو ہردیہ میں ایشور بھگتی کے سنسکار جاگرت کر رہے ہیں آپ انوبھوی سنت ہیں۔

وچار بلا خطہ فرمایئے۔ آج ہم جس مہان پُرش کی سمرتی منانے کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اُن کے پوتر جیون کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اپنے کرتویہ پر وچار کرنا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جاتی کی پُوجا نہیں ہوتی ویکتی کی پوجا ہوتی ہے۔ ویکتی کی پُوجا بھی اس کی مہان شخصیت کے کارن ہوتی ہے گویا لوگ ویکتی کو نہیں مانتے بلکہ اُس کے اُتم ویکتتو کے پجاری ہوتے ہیں۔

اگر جاتی کی پُوجا ہوتی تو راوَن برہمن جاتی کا تھا اور رام کشتری تھے۔ رام کا نام لینے سے مانو اپنے آپ کو کرتیہ کرتیہ مانتا ہے۔ اپنے جیون کا کلیان سمجھتا ہے اور راوَن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر سال اُس کے حقارت آمیز چرتر کے کارن اس کا پتلا جلایا جاتا ہے۔ لوگ اپنی سنتان کا نام رام داس۔ رام پرکاش رامنیادی تو بڑے فخر سے رکھتے ہیں۔ لیکن راوَن کے نام سے کسی کو پکارنا منحوس سمجھا جاتا ہے۔ ہر کام میں مانو کا سوارتھ پوشیدہ ہے۔ دُکاندار گاہک کو نہیں چاہتا بلکہ گاہک سے لابھ پراپت کرنے کے لئے اُسے چاہتا ہے جس گاہک سے جتنا دھن لابھ پراپت ہونے کی اُمید ہوتی ہے اتنا ادھک وہ گاہک اچھا لگتا ہے۔ گائے کی سیوا گائے کیلئے نہیں کیجاتی بلکہ اُس سے پراپت ہونے والے دودھ کے کارن کی جاتی ہے۔ یا اگر کوئی زیادہ اونچے بھاو رکھنے والا ہوتا ہے تو وہ گائے کی سیوا سورگ لوک کے سکھوں کی پراپتی کے لئے کرتا ہے۔ کیونکہ گئے کی سیوا کرنے سے دودھ۔ پُتر۔ (سنتان) اور لکشمی (دھن اور مان پرتشٹھا) روگ کی نورتی اور پُورن سُکھ ملتا ہے۔ دین دُکھیوں اور سنتوں کی سیوا بھی اس لئے کی جاتی ہے کہ اس سے پُن ملتا ہے کرنسی نوٹ اس لئے پیارے لگتے ہیں کیونکہ اُن سے ضروریات زندگی خریدی جاسکتی ہیں۔ ایک آدمی اگر گھر میں رات کو تنہا نوٹوں کے گٹھے بنا کر رکھ رہا ہو اور اُن کو دیکھکر جامے میں پھولا

نہ سماتا ہو۔ اتنے میں اگر ریڈیو پر مشتہر کر دیا جائے کہ کل سے سَو سَو روپے کے نوٹ بند کر دیئے جائینگے۔ اب وہی اُسے دُکھ کا بھنڈار معلوم ہونے لگینگے کیونکہ اُن سے سہولتیں پراپت ہونے کی آشا نہیں رہی۔ سنسار کے پدارتھوں سے ہمیں آرام ملتا ہے سُکھ نہیں ملتا۔ ان پدارتھوں سے آرام کے مارگ میں آنے والی رکاوٹیں دُور ہوتی ہیں کشٹ دُور نہیں ہوتا۔ ایک آدمی پیدل چل رہا ہے۔ پیدل چلنے والے کا سنکٹ تو دُور ہو گیا لیکن سفر کی تکلیف سے تو وہ بچ نہیں سکتا وہ تو اُسے لازمی طور پر طے کرنا ہی پڑیگا۔ لوگ انیکوں کو ایک کیلئے چاہتے ہیں وہ ایک کیا ہے؟ اُس سوارتھ کے ساتھ جس کے لئے سب کچھ چاہتا ہے کونسا راز وابستہ ہے! وہ ہے حقیقی سُکھ۔ اپنا آپ اپنا واستو سروپ نجانند۔ جیسے یاگیہ ولکیہ اور میتری کے سنواد میں سدھ کیا گیا ہے۔ مہرشی یاگیہ ولکیہ نے میتری کو کہا۔ اے میتری! پُتر پُتر کیلئے پیارا نہیں بلکہ اپنے لئے پیارا ہے۔ استری۔ استری کے لئے پیاری نہیں بلکہ اپنے لئے پیاری ہے گویا سب سے پیارا اپنا آپ ہے۔ دُنیا کے پدارتھ ہمیں خوش تو کر سکتے ہیں لیکن سُکھی نہیں بنا سکتے۔ ایک پدارتھ ایک دفعہ ہمیں خوش کرنے کا سادھن بنتا ہے لیکن تھوڑے سے وقت کے بعد اُسے دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ وشے بھوگ سب اسی ضمن میں آتے ہیں۔ جن کا انوبھو ہر ایک آدمی کو ہے وستار کی ضرورت نہیں۔ مختلف پدارتھوں نے ہمیں کئی بار خوش کیا لیکن سُکھی نہیں بنایا۔ اگر ہم کسی پدارتھ سے سُکھی ہو جائیں تو ہمیں پھر اور کسی پدارتھ کی اچھیا ہی نہ رہے +

حقیقی سُکھ کا سادھن من کی شانتی ہے۔ من کی اچل اوستھا کا نام سکون و قرار ہے جو اندر سے اشانت ہے باہر کے کئی پدارتھ بھی اسے سُکھی نہیں بنا سکتے۔ ایک امیر کالڑکا امتحان میں فیل ہو گیا۔ اُس کی ماں نے اُسے تسلی دینے کے لئے تھال میں کئی پرکار کی مٹھائیاں اور پھل پروس کر اُسکے سامنے لا رکھے کہ وہ اُن کو کھا کر فیل ہونے کے دُکھ کو بھول جائے لیکن وہ پدارتھ اُسے زہر کے سمان معلوم ہوتے ہیں۔ ایک غریب کالڑکا پاس ہے اُسکی ماں اُسے روکھی روٹی دیتی ہے وہ اُسے امرت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا ہردیہ شانت ہے۔

انگریزی دوائیاں یا اُن کے ٹیکے تھوڑے وقت کے لئے درد کو دُور کر دیتے ہیں لیکن روگ کو دُور نہیں کرتے روگ برقرار رہتا ہے تھوڑے وقت کے لئے دب جاتا ہے۔ کامنائیں روگ ہیں۔ کامنا اُتپن ہونے کے بعد اور کامنا پُوری ہونے سے پہلے درمیانی حالت کا نام درد ہے۔ چیز کا نام دوا۔ دوا سے درد تو دُور ہو جاتا ہے لیکن روگ دُور نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔ جتنے جتنے بھوگ پدارتھ بڑھتے ہیں۔ اُتنی اُتنی کامنائیں بڑھتی جاتی ہیں۔

بقول :-

مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی۔

مہاں پُرش اُن لائق اور نباض حکیموں کی طرح ہیں جو کہ مرض کی حقیقت کو سمجھ کر اس کے مطابق علاج کرتے ہوئے اس کی بیخ کنی کر دیتے ہیں۔ مہاں پُرش جگیاسو کی اوستھا کے مطابق اُسے اُپدیش روپی اوشدھی (دوا) دیکر اور سنیم روپی پرہیز کروا کر اُسکی مانسک بے چینی روپی روگ کو دُور کر دیتے ہیں۔ اور اُسے اپنے حقیقی آنند روپی سمپتی سے ادھکاری کرا دیتے ہیں۔

اصل میں مرض کامنائیں ہیں۔ اور کامناؤں کی بُنیاد ناسمجھی ہے۔ مہاں پُرش ناسمجھی کو دُور کر کے ہمیں بیدار کر دیتے ہیں۔ سمجھ تو پہلے موجود ہے جو کہ اب عقل سلیم اور وویک وتی بدھی کا نام باقی ہے جسکی کرپا سے آتم آنند کا بھان ہونے لگتا ہے۔ سُکھ اگر ہماری وراثت نہ ہو تو کوئی بھی ہمیں سُکھی نہیں بنا سکتا۔ ہم بھرانتی کے کارن دُکھی ہیں۔ مہاں پُرش اس بھرانتی کو دُور کر دیتے ہیں۔

اس لئے ہمارا پرم کرتویہ ہے کہ ہم اُن مہاں پرشوں کے اُپدیش کے مطابق اپنے ویکتیتو کو بنائیں یعنی شخصیت کو اونچا کریں۔ وہم اور بھرانتی کو دُور کر کے اپنے واستو سروپ کو پہچانیں اور اپنے آپ کو آنند سروپ مانیں۔ اسی میں حقیقی سُکھ کا راز سربستہ ہے اور یہی شریے مارگ (کلیان کاری کا راستہ) ہے۔ جس کو ہم نے اپنانا ہے۔ اوم شم

ویاکھیان۔ پرم پوجیہ سوامی گوبند پرکاش جی مہاراج

نوٹ۔ شری شری برہم نیشٹھی برہم شروتری سوامی گوبند پرکاش جی مہاراج پردھان ادھیکش اودھوت آشرم ہرزار تھا سوامی رام تیرتھ آشرم۔ راجپورہ (ڈیرہ دُون) آپ کا پوتر جیون پریاپ آتم نیشٹھا ویدانت سدھانت کو سرل ویکتیوں سے بیان کرنے کی شکتی سمپرک میں آنے والوں کو پربھاوت کرتی ہے۔ سوامی رام کی آتمک مستی آپ کے وچاروں سے چھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ وچار ذیل میں درج ہیں۔

آج ہم برہم لین سوامی گوبندآنند جی مہاراج جو کہ پرم پوجیہ سوامی رام تیرتھ جی کے پرم شِشیہ تھے۔ اُن کی پوتر سمرتی منانے کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ مہاں پرش جیون کی پہیلیوں کو سلجھانے کے لئے آتے ہیں۔ ہر ایک مانو کی دو پہیلیاں ہیں۔ ایک وِیوہارک جیون کی پہیلی۔ دُوسری ادھیاتمک جیون کی سمسیا۔ ویوہارک جیون کی پہیلی کو سلجھانے کے لئے مانو کئی برسوں سے تگ و دو کر رہا ہے۔ غاروں میں رہنے والا آج چاند تک کی یاترا کر رہا ہے لیکن ویوہارک پہیلی ابھی ویسی ادھوری کی ادھوری ہے۔ ادھیاتمک جیون کا سہارا لئے بغیر یہ پہیلی سلجھ نہیں سکتی اور نہ ہی مانو کو شانتی نصیب ہو سکتی ہے۔ کروڑوں روپیہ برتھ کنٹرول پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ پیدائش کا رکنا تو درکنار۔ انسان بصورت حیوان پیدا ہو رہے ہیں۔ انسانیت ناپید ہے۔ لاکھوں فیکٹریاں لگائی جا رہی ہیں لیکن انسان کو انسان بنانے کی طرف بالکل کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ انسان وہی ہے جسکے دل میں پرائی حاجت کے لئے درد ہے۔

بقول ؎ دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ، ورنہ طاعت کیلئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں (یعنی فرشتے)

بالفاظ دیگر۔ ؎ دردِ دل پاسِ وفا جذبۂ انسانیت۔“ یعنی انسانی زندگی کا مقصد دُوسروں کے دُکھ کو اپنا دُکھ مان کر اُسے دُور کرنے کی کوشش کرنا۔ تن من دھن سے دوسروں کی سہایتا کرنا۔

پاسِ وفا۔ شُدھ ویوہار کر کے دوسروں کو سکھی بنانے کا پریتن (کوشش سعی) کرنا۔

بقولِ شیخ سعدی۔ ” آنچہ برخود پسندی بر دیگر مپسند “

یعنی اے انسان جو کچھ تو اپنے آپ کے لئے پسند نہیں کرتا وہ دوسروں کیلئے بھی پسند نہ کر۔ جیسا وہ ہار تو دوسروں سے اپنے لئے چاہتا ہے۔ ویسا ہی سلوک دوسروں کے ساتھ کر۔ اسی کا نام پاس وفا ہے۔ دوسروں کو جگانا ہی چیتنتا کا لکھش ہے۔

دُنیا میں جتنے مہاں پُرش ہوئے ہیں سب نے ایک لکھش (مقصد) کا سنکیت (اشارہ) کیا ہے۔ سب کا اُپدیش دُکھی مانو کو سُکھی بنانے کے لئے اپنے حقیقی ورثہ آنند کا پتہ دلانے پر نربھر ہے۔ حضرت عیسیٰ بھگوان بدھ۔ بھگوان مہاویر۔ حضرت محمدؐ۔ بھگوان رام اور بھگوان کرشن سب نے ایک ہی سادھیہ وستو کو بتایا ہے۔ سادھن بھلے ہی الگ الگ ہوں۔ لیکن سادھیہ (پراپت کرنے یوگیہ وستو) ایک ہی ہے۔ BASIC سدھانت یعنی بُنیادی اصول تمام دھرموں اور مذہب کے ایک جیسے ہیں۔ اُن میں رنچک ماتر (رتی بھر) بھی انتر (فرق) نہیں ہے۔

بمطابق شریمد بھگوت گیتا دُوسرا ادھیائے شلوک نمبر 41

व्यवसायातिमका बुद्धिरेकेह कुरुनन्दन ।

बहु शाखा ह्यनन्ताश्च बुद्धयोऽव्यवसायनाम ॥

(اس مارگ میں ست نشچے آتمک بُدھی ارجن ایک ہے۔

بہو بُدھیاں بہو بھید یت اُن کی جنہیں اوویک ہے)

ترجمہ از خواجہ دل محمد۔ جو عقل ارادی رہے مُستقل۔ تو یکسو ہو اور پختہ انساں کا دل

ارادہ ہو جس کا نہ سُلجھا ہُوا۔ رہے گا خیالوں میں اُلجھا ہُوا

ایشور چنتن۔ سیوا بھاو۔ نرنتر ست سنگ اور ست شاستر کا وچار سب مہاں پُرشوں کا یہی اُپدیش ہے۔ سنت سداچار سہن شیلتا اور تتکھشا کا مجسّمہ ہوتے ہیں یعنی مذکورہ گُن اُن کے جیون کا انگ بن جاتے ہیں۔ وہ اپنے پوتر جیون کی ایک ایک حرکت سے پرانی ماتر کو پربھاوت کرتے ہیں۔ جیسے ایک دھنوان اپنے دھن کو اکٹھا کر کے ویرتھ نہیں گنواتا اسی طرح ایک سنت بھی اپنی ادھیاتمک سمپتی (جسے اُس نے کئی جنموں کی تپسیّا سے اکٹھا کیا ہے) کا دُراُپیوگ نہیں کرتا۔ بلکہ پرانی ماتر کے کلیان کے لئے اُسے لگاتا ہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے ذرّہ ذرّہ میں نورِ خدا دیکھتا ہے۔ اور ایسا دیکھنے کے لئے دوسروں کو اُپدیش دیتا ہے۔ کانوں سے ہری یش اور آتم وچار سُنتا ہے اور دوسروں کو ایسا سُننے کی سکھشا دیتا ہے۔ زبان سے ایشور کا سمرن کرنا۔ اُسکے گُنوں کا ورنن کرنا اور دُوسروں کو ہری نام کی مہماں سُنانا یہی اس کا دینک کاریہ (روزانہ کا کام) ہے۔

گوروانک۔ آپ جپے اورا نام جپاوے ؛ نانک سو بیشنو پرم گت پاوے

(بیشنو یعنی ویشنو + بھگوان وشنو کا بھگت جو ماس شراب کا استعمال نہ کرتا ہو۔)

اِندریوں کا سداپیوگ اور من کو آتم چیتن میں لگانا اپنے آپکی پہچان کا سب سے اُتم سادھن ہے۔ ویدانت

نہیں گیان نہیں کراتا۔ بلکہ آورن کو دُور کرتا ہے۔ اپنا آپ تو پہلے ہی پراپت ہے۔ اسلئے اپراپت وستو کو پراپت نہیں کراتا۔ بلکہ پراپت کی پراپتی اور نورت کی نورتی کراتا ہے۔ آتم دیو سویمیگ (خود بخود) ہی مکت ہے اس کو دُکھ تینوں کال ہے ہی نہیں۔ صرف اگیان کے نشہ میں اپنے آپ کو دُکھی سکھی مان رہا ہے۔ خیالات کا تانا بانا اپنے ارد گرد تن لیتا ہے۔ اور خود اس میں پھنس جاتا ہے۔ مہاں پُرش صرف اسی وہم اور بھرانتی کو دُور کرتے ہیں۔ جیسے ایک آدمی نے بھانگ پی لی اور اس کے نشہ میں مدہوش ہوگیا اپنے گھر بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے گھر لے چلو۔ اتنے میں ایک مہاں پُرش کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس کو کھٹائی کھلائی گئی اور نشہ اُتر گیا۔ اور اس نے اپنے آپکو اپنے گھر میں پایا اسی طرح یہ جیو دیہہ ابھیمان کے نشہ میں اپنے آپکو اپنے واستو گھر سے دُور سمجھتا ہے۔ جب اسکی بھرانتی نورت ہوتی ہے تو اپنے آپکو اپنے واستو سروپ روُپی گھر میں پاتا ہے۔ اور شانت ہو جاتا ہے۔ ایک ساہوکار جس کے پاس کافی دھن تھا۔ کئی دکانیں اور کارخانے چل رہے تھے۔ اُس نے سوچا کہ بُرے ایام آنے میں دیر نہیں لگتی۔ مایا کا کوئی بھروسہ نہیں۔ بادل کی چھایا کی طرح اس کو قیام نہیں۔ اس لئے اُس نے پانچ من سونے کی ایک بیٹی بنوا کر اس پر روغن کروا یا اور گھر کے دالان میں ایک گڑھا کھدوا کر اُسے گڑوا دیا۔ ایک تامر (تانبہ) پاتر پر اس کا پتہ نشان لکھ کر اُسے خاص کاغذات میں رکھدیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی مرتیو ہوگئی بعد میں ایام کے چکر (گرہ چکر) نے اُس کی سنتان کو گھیر لیا بُرے دن آگئے۔ سب دھن قرضہ چکانے میں خرچ ہوگیا۔ اُنہوں نے پُرانے کاغذات کی پڑتال کرنی شروع کردی شائد کہیں رکھے ہوئے کچھ دھن کی کھوج مل جائے۔ تلاش کرنے پر اُنہیں وہ تامر پاتر مل گیا اُس کے مطابق جگہ کو کھدوا دیا گیا۔ حسب تحریر جگہ پر رکھی ہوئی بیٹی مل گئی۔ جب اُسے کھولا گیا تو وہ خالی تھی۔ اب اُن کا سب اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ پریشان ہوگئے اور اسی طرح سنکٹ مئے جیون بتانے لگے۔ اتفاقاً ایک مہاتما جی کا اُدھر سے گزر ہوا جو کہ اُن کے پتا جی کے پاس آتے رہتے تھے اُنہوں نے اُنکی ساری داستان سنی پھر اس بیٹی کو دیکھا۔ دیکھنے کے بعد حقیقت اُنکی سمجھ میں آگئی اور ہتھوڑی اور چھینی منگوائی۔ اور بیٹی پر چوٹ لگائی تو نیچے سے سونا چمک پڑا اور اُنہیں بتایا کہ یہ بیٹی سونے کی بنی ہوئی ہے اب اُنکے سب دُکھ دور ہوگئے اسی طرح زار سٹانت میں یہ جیو سویم گیان سروپ ہے۔ جب وویک اور ویراگ کی ہتھوڑی اور چھینی سے آورن دور ہوتا ہے تو اسے اپنے آپ کا گیان ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے انتہ کرن کی شدھی اور لگاتار پریتن کی ضرورت ہے۔ شرون منن اور ندھی دھیاسن سے دڑھتا ہوتی ہے۔ بعد میں ساکھیات کار ہونے سے جیون مکتی کا آنند لیتا ہے۔ جیسے ایک رنگریز کپڑے کو ایک دفعہ رنگ کرتا ہے اور پھر پانی میں ڈالنے سے رنگ اُترنے لگتا ہے۔ دوبارہ حسب طریقہ رنگ میں ڈالتا ہے اور اس بار پانی میں ڈالنے سے تھوڑا رنگ اُترتا ہے۔ تیسری بار وہی عمل دہرانے سے پانی میں ڈالنے سے رنگ زیادہ چمکتا ہے اور پکا ہو جاتا ہے یہی حالت ابھیاس کی ہے شرون سے پرمان گت سنشے دور ہوتے ہیں۔ منن سے پرمیہ گت سنشے کی نورتی ہوتی ہے اور ندھی دھیاسن سے وپریت بھاونا دُور ہو کر نر سنشے گیان ہو جاتا ہے آتما کار برتی کا اکھنڈ پرواہ چلنے لگتا ہے۔ سنسار کی پرورتی کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ شانتی کا انوبھو ہونے لگتا ہے۔ جیون مکتی کا صحیح آنند پراپت ہو جاتا ہے۔

"اوم شم"

ویاکھیان ۔ پرم پوجیہ برہم نشٹھی اور برہم شروتری سوامی شاشوت آنند تیرتھ جی مہاراج

نوٹ :۔ آپ بال برہمچاری ہیں۔ بچپن سے ہی آپکا ادھیاتمک جیون شروع ہو گیا تھا جس کے سنسکار آپکی شربرک اُنتی کے ساتھ ساتھ پھلتے پھولتے رہے۔ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ آپ سوامی گوبند آنند جی کی کرپا درشٹی کے پاتر بنے۔ نامعلوم اس میں کونسی کشش تھی جس کا کارن آپ کے ہردیہ میں سوامی جی کے پرتی عقیدت اور شردھا کے جذبات درڑھ ہوتے گئے جو کہ گورو بھگتی کے روپ میں پرگھٹ ہوئے اور آپ سوامی جی کے اننیہ بھگت بنے۔ سوامی جی نے جیون پریت آپکے جیون کو آدرش جیون بنانے کے لئے اپنی نظرِ شفقت اور تدریس معرفت دونوں کا استعمال کیا۔ جس کا بیّن ثبوت آج ہمارے سامنے ہے۔ آپ کا ابتدائی نام دولت رام جی تھا گویا آپ شروع سے ہی اسم با مسمّےٰ تھے اور رام نام کی دولت کے شہنشاہ تھے۔ جس نے بعد میں شاشوت آنند کا روپ دھارن کیا۔ اور آپ شاشوت آنند تیرتھ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ برہم ودیا کے بھنڈار اور آتم انوبھو کے مالک ہیں۔ ویدانت اور برہم ودیا کو عام فہم طریقے سے بیان کرنے کی شکتی آپ میں ایشور کی طرف سے ملی ہوئی ہے۔ آپ کے اُتم پرشارتھ سے آج ہم اس گیان یگیہ سے لابھ اُٹھا کر اپنے جیون کو کرتارتھ کر رہے ہیں۔ اُن کے ویاکھیان کا لب و لباب حسب ذیل ہے۔

آج بھگوان بھون جیسے پوتر استھان میں ہم ستگورو دیو کا اُتسو منا رہے ہیں۔ اس بھون میں یہ تیسرا اُتسو ہے۔ اس سے قبل ایک سال ماہ دسمبر میں یہ بھگوان ست سنگ بھون کرنال میں منایا گیا تھا۔ شردھالو جنوں کی خواہش کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور ادھک لوگوں کے کلیان کے لئے بیساکھی کے شبھ تہوار کے موقعہ پر یہ لگاتار تین سال سے یہاں منایا جا رہا ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ دور دور سے لوگ یہاں پدھار رہے ہیں۔ اور ہمارے کلیان کیلئے تت ویتا مہاں پُرش اپنا قیمتی وقت دیکر ہمیں اپنے امرت مئی بچنوں سے نہال کر رہے ہیں۔

ستگورو دیو سوامی گوبند آنند جی مہاراج ابھی چار سال کے ہی تھے کہ مہاتما رام سنگھ جی اور مہاتما سردول سنگھ جی کی کرپا درشٹی کے پاتر بنے۔ آپ بچپن سے ہی اپنے آپ کو رب کہتے تھے۔ آٹھ سال کی عمر میں روزانہ بلاناغہ جپ جی صاحب سکھمنی صاحب اور کیرتن سوہلا کا پاٹھ کرتے تھے۔ سترہ سال کی عمر میں آپکو گرہست کے بندھنوں میں ڈالنے کی کوشش کی گئی گو آپ اس بندھن میں پھنسنا نہیں چاہتے تھے لیکن ماتا پتا کی خوشنودی کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ نے اس قید کو قہرِ درویش برجانِ درویش کے روپ میں سویکار کیا۔ آپ کا دل پربھو چرنوں میں لگ چکا تھا۔ پربھو پریم اور ویراگ کے رنگ میں رنگے ہوئے آپ ساری ساری رات پریم کے آنسو بہاتے رہتے تھے۔ ایک لڑکی ہو چکی تھی اور ایک بچہ ہونے والا تھا۔

ایک رات دھرم پتنی نے دیکھا سرہانہ سارا بھیگا ہوا ہے اور آنکھیں پرنم ہیں۔ اس نے کارن پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ "میں گرہست بندھن سے مکت ہونا چاہتا ہوں"

دیوی پتی برتا تھی اُس نے آپکی خواہش کو سامنے رکھتے ہوئے ایشور سے پرارتھنا کی کہ "اے پربھو آپ مجھے میرے گربھ کے بچے سمیت سنسار سے اُٹھا لیجئے تاکہ میرے پتی دیو کا مارگ نِش کنٹک ہو جائے" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور آپ

سوتنتر ہو گئے۔ لڑکی کو ننہال بھیجدیا اور خود ایکانت میں رہ کر آٹھ نو سال عرائض نویسی کا کام کرتے رہے۔ نہایت دیانتداری سے نروواہ ماتر کما کر دن کا باقی ماندہ وقت ایشور چنتن میں بتاتے تھے۔ 38 سال کی عمر تک آپ نے ووہارک جیون بنایا۔ وہ آپ کا آدرش جیون تھا۔ جس ڈیوٹی کو سنبھالا اُسے شاستر انوسار نبھایا۔ اور آتم چنتن اور آتم کیھتن کو ساتھ ساتھ جاری رکھا۔ سفید بستروں میں رہے۔ دل میں ویراگ کی جوالا بھڑک رہی تھی اور حقیقی رہنما پراپت کرنے کی تڑپ تھی۔

بقول:- دیدار یار آج ہی ہو جائے تجھ کو جہر ؎ پر شرط ہے کہ آگ ہو دل میں لگی ہوئی

جموں میں سوامی رام تیرتھ جی کے درشن ہوئے۔ سوامی جی کے ست سنگ میں پہنچے۔ ست سنگ کے بعد سوامی جی کے ہاتھ دھلائے اور اُن کے چرن پکڑ لیے۔ دلی راز لی مے شناسد۔ سوامی رام سمجھ گئے کہ اُتم ادھکاری ہے اُٹھایا اور گلے لگا لیا۔ اور پوچھا بتاؤ رام آپ کی کیا سیوا کر سکتا ہے۔ انہوں نے سوامی جی کے پھر پاؤں پکڑ لیے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ پریم سے گلا بھر گیا۔ عرض کی جس رنگ میں آپ رنگے ہوئے ہیں۔ داس کے ہردیہ کو بھی اُسی رنگ میں رنگ دو۔ سوامی جی کی نظر عنایت اثر پذیر ہوئی۔ حکم دیا لاہور آ جاؤ۔ اور ہمارے پاس کم از کم دس دن ٹھہرو۔ سب کام ٹھیک ہو جائیگا۔ گوردیو جی لاہور میں سوامی جی کے چرنوں میں پہنچے۔ دس دن کے اُپدیش سے ساکھشات کار ہو گیا۔ یعنی نرسنشے سروپ کا بودھ پراپت ہوا۔ مستی کے ترانے گوبند لہر اور گوبند بحر کے روپ میں ٹھاٹھیں مارنے لگے۔ سوامی جی نے آشیرباد دی کہ آج کے بعد آپ سنیاسی ہیں جس لباس میں جہاں آپکی مرضی ہو رہو۔ سروپ بودھ میں کمی نہیں آنے پائیگی آپ برہم ودیا کے پنڈت ہیں۔

داس نے مہاراج جی کے چرنوں میں اپنے ادھیاتمک جیون کا وکاس کیا۔ جب بھی اس شریر کو موقع ملتا سوامی جی کی سیوا میں پہنچکر اُن کے اُپدیش سے ادھیاتمک جیون کیلئے خوراک پراپت کرتا۔ جب کبھی کوئی سنشے دل میں اُٹھتا خط و کتابت دوارا اُسکو دور کر لیا جاتا۔ رسالہ اوم میں کافی عرصہ سے مذکورہ خطوط۔ خطوط گوبند کے عنوان سے شائع ہو رہے ہیں۔ جس سے آپ سب پر روشن ہو گیا کہ سوامی جی نے اس شریر کے جیون کے وکاس کیلئے کتنا پریتن کیا۔ آج سوامی جی کا اُپدیش گوبند پرکاش کے روپ میں کئی بھولے بھٹکے لوگوں کی رہنمائی کر رہا ہے۔ اور دکھی جیووں کو شانتی پراپت ہو رہی ہے۔ یہ پُستک پہلے اردو میں تھی۔ اب جگیاسوؤں کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ہندی میں شائع ہو چکی ہے اور ادھیکاری جن اس سے لابھ اُٹھا رہے ہیں۔

انت میں میں اپنا پرم کرتویہ سمجھتا ہوں کہ تت ودیا مہاپرشوں کا دھنیواد کروں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت نکالکر اس گیان یگیہ میں گیان اُپدیش کی آہوتی دیکر اسے سپھل بنایا اور ساتھ ہی اُن شردھالو بھگتوں کا بھی شکر گزار ہوں جو دور دور سے تشریف لائے ہیں اور ست سنگ میں شامل ہو کر اسکی رونق کو بڑھایا ہے۔ اگر سیوا میں کسی پرکار کی کمی رہ گئی ہو تو میں کھما یاچک ہوں پرماتما کرے ہم سوامی جی کے اُپدیش کے مطابق اپنے جیون کا وکاس کرتے ہوئے اپنے لکھش کی پراپتی کر سکیں۔ اوم شم۔

نوٹ:- اس وارشک اُتسو پر جو دیگر مہاپرشوں نے ویاکھیان دیئے ہیں اُن کو پروفیسر نندلال جی نے قلمبند کر کے ہمیں بھیجدیا ہے لیکن بوجہ عدم گنجائش اس پرچہ میں شامل نہیں ہو سکے اس لئے اُن کو اگلی اشاعت میں درج کیا جاویگا۔ ناظرین اوم انتظار فرماویں۔

مینیجر "اوم"

اوم

گورو گرنتھ صاحب کی
امرت بانی

ست گورو سے پرارتھنا

اوم

(راگ گوجری محلہ ۴)

ہری کے جن ستگور ست پرکھا ۔ بِنے کروں گورو پاس
ہم کیرے کرم ستگور سرنائی ۔ کر دیا نام پرگاس
میرے میت گورو دیو! موکو رام نام پرگاس
گورمتی نام میرا پران سکھائی ۔ ہری کیرت ہمری رہ راس

رہاؤ — ہری جن کے وڈ بھاگ وڈیرے ۔ جن ہر ہر سردھا ہر پیاس
ہر ہر نام ملے ترپتاسیں ۔ مل سنگت گورو پرگاس
جن ہر ہر ہر رس نام نہ پایا ۔ تے بھاگ ہین جم پاس
جو ستگور سرن سنگت نہیں آیئے ۔ دھرگ جیوے دھرگ جیواس
جن ہر جن ستگور سنگت پائی ۔ تن دھر مستک لکھیا لکھاس
دھن دھن ست سنگت جت ہر رس پایا ۔ مل جن نانک نام پرگاس

شبد پادشاہی ۵ ۔
بھئی پراپت مانکھ دیہہ ہریا ۔ گوبند ملن کی ایہہ تیری بریا
اور کاج تیرے کتے نہ کام ۔ مل سادھ سنگت بھج کیول نام

راگ گوڑی پوربی محلہ ۴ ۔
کام کرودھ نگر بہو بھریا ۔ مل سادھو کھنڈل کھنڈا ہے
پورب لکھت لکھے گورو پایا ۔ من ہر لو منڈل منڈا ہے
کر سادھو انجلی پن وڈا ہے ۔ کر ڈنڈوت پن وڈا ہے

ڈاک محلہ ۵ ۔
انتریامی پرکھ بدھاتے ۔ سردھا من کی پورے
نانک داس ایہو سکھ مانگے ۔ موکو کر سنتن کی دھورے

رامائن میں بھگوان شِو پاربتی کو کہتے ہیں:-

نیئن سنت داس نہیں دیکھا　　لوچن مور پنکھ کر لیکھا
تے ہر کنٹھ تو مبری سم تولا　　جے نمنت ہری گورو پد مولا

ارتھ۔ جنہوں نے اپنے نیتروں سے سنتوں کے درشن نہیں کئے۔ اُن کے نیتر مور کے پنکھوں پر دکھائی دینے والی نقلی آنکھوں کی گنتی میں ہیں۔ وہ ہر کنٹھ تو مبی کے سمان ہیں۔ جو شری ہری اور گورو کے چرن تل پر نہیں جھکتے۔

گورو جے وڈّا اور نہ کوئی

سری راگ محلہ ۵

سنت جناں مِل بھائیو سچّا نام سمال　　توسہ بندھو جی کا ایتھے اوتھے نال
گورو پورے تے پایئے اپنی ندر نہال　　کرم پراپت تس ہووے جس نوں ہوئی دیال
میرے من گورو جے وڈّ اور نہ کوئی　　دوجا تھاؤں نہ کو سوجھے گورو میلے سچ سوئی

(۱) رہاؤ۔ سگل پدارتھ تس ملے جن گورو ڈٹھا جائی
گورو داتا سمرتھ گورو۔ گورو سبھ میں رہیا سمائی
کت مکھ گورو سالاہیے۔ کرن کارن سمرتھ
گورو امرت نام پیالیا جنم مرن کا پنتھ
ستگور گہر گمبھیر ہے سکھ ساگر اگھ کھنڈ
گورو ناں نہ لگئی کھوج ڈٹھا برھمنڈ
گورو چرنی جن من لگا۔ سے وڈبھاگی مائی
گورو پرمیشور پار برہم۔ گورو ڈبدا لئے ترائی
سے منتھے نہچل رہے۔ جن گورو دھاریا ہتھ
گورو پرمیشور سیویا بھے بھنجن دکھ لتھ
جن گورو سیویا اپنا۔ جم دوت نہ لگے ونڈ
نام ندھان ستگور دیا سکھ ناٹک من میں منڈ

اوم اوم

چہل درویش

چھٹے سادھو کی کہانی ،، ویدک فلسفیانہ نظر سے

مانا تجھ میں ہے ٹیڑھا اے استدلال — کرتا رہتا ہے تو بہت قیل و قال
پہنچا دیتا ہے راہ حق پر لیکن — تیرا اچھا اگر کریں استعمال

ایک سادھو آگے بڑھے اور کہنے لگے۔ مہاراج میں آپ کو کوئی کہانی نہیں سنانی چاہتا۔ آپ بیتیا سچا واقعہ گوش گزار کرتا ہوں اور حقیقت یہ کہ سچے واقعات میں جو لطف آتا ہے۔ وہ بنائی ہوئی کہانیوں میں نہیں آتا۔ یہ وویک کا لفظ مجھے بہت پیارا ہے۔ اسی سے میں نے ویدانت شروع کیا۔ اور اسی کے ذریعے سے میں سنسار تر گیا۔

میں پنجاب یونیورسٹی کا ایم اے ہوں۔ اور میں نے یہ اعلیٰ امتحان فلسفے میں اوّل نمبر پر پاس کیا ہے۔ مجھے فلسفے سے طبعی شوق تھا۔ پڑھانے والے لائق آدمی ملے تھے۔ محنت سے تحصیل علم کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اپنے کالج میں سب سے اچھا طالب علم شمار ہوتا تھا۔ میرا حصر کالج کی کتابوں ہی پر نہ تھا۔ بلکہ یونان۔ اٹلی۔ جرمنی وغیرہ کی کتب فلسفہ بھی دیکھا کرتا تھا لیکن اس تعلیم و تعلّم سے مجھے شانتی نصیب نہیں ہوئی۔ شک و شبہات روز مرّہ بڑھتے گئے۔ آخر کو اور بہتیرے طالب علموں کی طرح میں کالج سے نکلا تو خاصہ دہریہ ناستک تھا۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ فرنگستانی فلسفہ روحانیت کے رنگ سے خالی ہے۔ زیادہ تر عقلی بحثیں ہیں۔ جن سے عقل بے شک تیز ہو جاتی ہے۔ دلیل کرنے کا مادّہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن مذہب۔ روحانیت اور شانتی کا کوسوں پتہ نہیں ملتا۔

مجھے اپنے علم پر ناز تھا۔ ہر شخص سے بحث کرنے کو تیار رہتا تھا۔ اور اپنی اعلیٰ لیاقت اور منطقی تقریر سے ان بحثوں میں غالب بھی ہمیشہ ہی رہا کرتا تھا۔ یہ بحثیں اکثر ایک دوست سے ہوا کرتی تھیں۔ جو تھوڑا بہت ہندوستان کا فلسفہ پڑھے ہوئے تھے۔ چونکہ ان کا علم کچھ زیادہ نہیں تھا میں انہیں دبا لیا کرتا تھا۔ ہاں اس میں کسی طرح کا شک نہیں۔ کہ وہ بڑے شانت آدمی تھے۔ بحث میں ہار جاتے تو ہرگز بُرا نہ مانتے۔ بلکہ صاف کہہ دیتے میرا علم کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور میں تمہارے اعتراضوں کا جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن اوڈھیرے شاستر جاننے والوں کے سامنے تم پانچ منٹ بھی نہیں بول سکو گے بھائی پربھو دیال ان بحثوں کو چھوڑو تم اپنے گھر کا شاستر کیوں نہیں پڑھتے۔ جو تمہیں شانتی دیگا۔ اور بے سود بحث و مباحثے کے بندھ سے نکال دے گا۔ بارہا اس قسم کی باتیں ہم دونوں میں ہوئیں۔ ان کے روز مرّہ کے کہنے سننے سے مجھے بھی آخر خیال آیا۔ کہ تم نے فرنگستانی فلسفہ تو بہت پڑھا۔ کیا مضائقہ ہے ہندو فلسفہ بھی دیکھو۔

ہمارے محلے میں ایک بوڑھے پنڈت رہتے تھے۔ جن سے میں نے ایف۔ اے میں سنسکرت کورسوں کے پڑھنے میں کچھ مدد

لی تھی۔ ایک روز میں اور میرے دوست اُن کے پاس گئے۔ پنڈت جی نے خوشی سے مجھے پڑھانا منظور کرلیا۔ اور میں نے بچار ساگر شروع کیا۔ منگلا چرن کے بعد ادھکاری کی بحث چھڑی۔ پنڈت جی نے کہا۔ ادھکاری کے معنی ہیں مستحق۔ ویدانت پڑھنے کا ادھکاری یعنی مستحق وہ شخص ہے جس میں خاص خواص پائے جاتے ہوں جنہیں سادھن چتشٹے کہتے ہیں۔ اُن میں سے پہلا سادھن وویک ہے۔ وویک کے لغوی معنی ہیں تمیز اصطلاح میں وویک ست اور است یعنی ہست و نیست کی تمیز کو کہتے ہیں۔ آتما ست چیز ہے۔ اناتما یعنی کل کائنات است چیز ہے۔ یوں سمجھو آتما خواب دیکھنے والا سچّا ہے۔ خواب کی دُنیا جھوٹی ہے۔

یہاں میں رُکا۔ میں نے کہا بیشک خواب کا دیکھنے والا سچّا ہے اور خواب کی دُنیا جھوٹی ہے۔ لیکن کیا عالم بیداری کی کائنات کو بھی ویدانت خواب کی طرح جھوٹا مان کر آتما یعنی صرف رُوح کو سچّا مانتا ہے۔ پنڈت جی نے کہا بیشک۔ میں بولا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ آپ دنیا کو جھوٹا کس دلیل سے کہتے ہیں۔ لاکھوں برس کی دُنیا جسے ہر مُلک میں لاکھوں آدمی سچّا مانتے ہیں۔ آپ کے یا وچار ساگر والے کے کہنے سے جھوٹی کیونکر ہوسکتی ہے۔ میرے دوست کی طرح پنڈت جی بھی بڑے شانت آدمی تھے۔ کہنے لگے دیکھو بھائی۔ خواب اور بیداری میں تم کیا فرق سمجھتے ہو؟ جس طرح خواب میں آدمی اپنی آنکھ۔ کان۔ ناک وغیرہ مان کر باہر کی چیزوں کا علم حاصل کرتا ہے۔ اور اس علم کے ذریعے سے خواب کے تمام جھوٹے کاروبار یا خیالات کرتا ہے۔ اور اُن سے سُکھ یا دُکھ بھوگتا ہے۔ بعینہٖ یہی حال بیداری کا ہے۔ وہ چھوٹا خواب ہے۔ بیداری بڑا خواب ہے۔ میں نے کہا۔ مہاراج آپ نے صرف ایک تمثیل یا تشبیہ دی ہے یہ دلیل نہیں کہلاتی۔ پنڈت جی بولے تشبیہ کو بھی ہمارے ہاں تو پرمان مانا جاتا ہے اور تمہیں بھی ماننا پڑیگا۔ اس پر پرمانوں پر بحث شروع ہوئی۔ پھر ہم خواب و بیداری پر آئے۔ غرض گھنٹہ بھر بحث ہوتی رہی اور نتیجہ خاک نہیں نکلا۔

بڈھا پنڈت گھبرا گیا۔ اُسے آج تک ایسا حجتی چیلا کوئی نہیں ملا تھا۔ بیچارے نے معقول دلائل دیں اور ہر پہلو سے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن میں اپنی ضد پر قائم رہا اور برابر یہی کہتا رہا۔ کہ آتما کوئی چیز نہیں ہے۔ جو کچھ ہے مادّہ ہے۔ جس میں مختلف ظہور ہوتے رہتے ہیں۔ آخر وہ ضعیف آدمی تھا۔ بولتے بولتے ہانپنے لگا۔ میرے دوست بھی ساتھ تھے کہنے لگے مہاراج! نہ ایک دن میں سارا ویدانت آپ انہیں سمجھا سکیں گے۔ باقی بحث کل پر رکھئے۔ چنانچہ ہم دونوں مسکرا کر چُپ ہو رہے۔ باتوں میں یہ بھی ذکر آیا کہ شہر کے باہر باغ میں ایک سادھو اُترے ہوئے ہیں اور بڑے بھاری پنڈت ہیں۔ پنڈت جی نے کہا میں اُن سے دو تین بار ملا ہوں۔ حقیقت میں نہایت لائق آدمی ہیں۔ لالہ پربھو دیال تم بھی اُن کے پاس چلو۔ مگر یاد رکھنا۔ وہ کرودھی یعنی غضبناک بڑے ہیں۔ اگر ایسی فضول بحثیں تم نے اُن سے کیں۔ تو وہ تمہارے سر پر سوٹا رسید کریں گے۔

میرے دوست نے بھی سادھو کی لیاقت کی تعریف کی۔ مجھے بھی شوق ہوا اور یہ صلاح ٹھیری کہ ہمارے کے دن میں بارہ بجے کے بعد کھانا کھا کر چلیں گے۔ غرض میں گھر آیا۔ اور کھانا کھا پی کر پنڈت جی اور اپنے دوست کا انتظار کرنے لگا۔ کھانا کھانے کے بعد آدمی کی طبیعت شانت ہوتی ہے مجھے پنڈت جی کے ساتھ اپنی بحث کا خیال آیا۔ اور گو

میں ضد کے باعث سے اُن کی دلیلوں کو کاٹتا رہا تھا۔ مگر اس وقت دل نے گواہی دی۔ کہ اس نے بہت سی باتیں ایسی کہی ہیں جو حقیقت میں سچّی اور اچھی تھیں اور اب تک فرنگستانی فلسفے میں میری نظر سے نہیں گزری تھیں۔ حقہ میرے منہ سے لگا ہوا تھا۔ میں سوچتا جاتا تھا اور حقّہ پیتا جاتا تھا۔ کھانا کھا کر بیٹھا تھا۔ کچھ غنودگی سی معلوم ہونے لگی۔ اور آنکھیں جھپکنے لگیں۔

اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ پنڈت جی اور میرے دوست چلے آتے ہیں۔ میں اُٹھ کر باہر گیا اور اُن کے ساتھ سادھو کے ستھان کی طرف چلا۔ باغ بڑی رونق کا تھا اور شانتی کی جگہ تھی۔ سادھو باہر ہی بیٹھا ہوا تھا۔ پنڈت جی اور میرے دوست کو دیکھ کر خوش ہوا۔ ہم سب نے نمسکار کیا اور بیٹھ گئے۔ ادھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ پنڈت جی نے مسکرا کر میری طرف اشارہ کیا اور کہنے لگے۔ مہاراج انگریزی شاستر پڑھ پڑھ کر ان کی بدھی بڑی تیز ہو گئی ہے۔ صبح گھنٹہ بھر اس طرح بحث کی کہ میرا مغز چاٹ لیا۔ اور نتیجہ بالکل ہیچ۔

سادھو میری طرف متوجہ ہُوا کہ بھائی کیا بحث تھی۔ میں نے کہا۔ مہاراج! پنڈت جی مجھے وویک کے معنی سمجھا رہے تھے۔ کہ وویک کہتے ہیں تمیز کو یعنی اس بات کی تمیز کو کہ آتما توست ہے اور جگت است ہے۔ سادھو بولا ہاں سچ تو کہتے تھے۔ تمھیں کیا اعتراض ہے۔ میں نے کہا۔ میں نہ آتما کو مادّے سے علٰحدہ کوئی چیز مانتا ہُوں نہ جگت کو جھوٹا ماننے کے لئے تیّار ہوں۔ سادھو نے کہا۔ او ہو تم ناستک چارواک ہو۔ ہم سے بہت سے انگریزی خواں بحثیں کرنے آئے جسے دیکھا دہریہ ہی دیکھا۔ کیا تم لوگوں کو مذہب اور روحانیت کی تعلیم ہی نہیں ہوتی۔ میں نے کہا مہاراج روحانیت کوئی چیز ہو تو اس کی تعلیم ہو۔ جہاں عقل کی کسوٹی پر کسی گئی اور روحانیت گئی۔

یہ سُن کر سادھو نے قہقہہ لگایا اور کہا تمھارے اور بھی بہتیرے بھائیوں نے مجھ سے یہی بات کہی ہے کیا تمھاری دانست میں جسم اور روح میں کچھ فرق نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ جسے آپ رُوح سمجھ رہے ہیں۔ وہ مادّے ہی کا ایک خاصہ ہے۔ چربی۔ گوشت خون اعصاب وغیرہ کا جہاں نظام ہے وہاں گیان اس طرح پیدا ہو جاتا ہے جس طرح گُڑ کو سڑا کر کشید کرنے سے شراب بن جاتی ہے۔ اور اُس میں نشہ پیدا کرنے کی خاصیت آ جاتی ہے۔ سادھو بولا بہت اچھا۔ تو گویا گیان مادّے سے پیدا ہُوا۔ میں نے کہا بیشک۔ کہا دیکھو بھائی اس بات کو تم مانو گے۔ کہ جو کچھ علّت میں ہوتا ہے وہی معلول میں ہوتا ہے۔ مثلاً لوہے کی جو چیز بنے گی وہ لوہا ہی ہو گی۔ روئی یا آم یا شربت نہیں بن جائے گی۔ میں نے کہا بیشک سچّی بات ہے۔ کہا جب تم یہ مانتے ہو کہ آدمی میں جو گیان شکتی ہے وہ مادّے سے پیدا ہوئی۔ تو تمھیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جن چیزوں کو کھا کھا کر آدمی کا جسم بنتا ہے۔ اُن سب میں بھی گیان ہے۔ کیوں کہ اگر ان چیزوں میں گیان نہیں تو آدمی میں جو گیان پیدا ہوا وہ کہاں سے آیا۔ یہاں جسم معلول ہے اور غذا علّت ہے۔ اب دیکھو آدمی حیوانات۔ نباتات اور جمادات سب چیزیں کھاتا ہے۔ اور انہیں کھا کھا کر اس کا جسم بنتا ہے۔ جب تک ان سب چیزوں میں گیان نہ ہو۔ تو کھانے والے آدمی میں گیان کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے۔ گیان شکتی پیدا ہو گی تو انہیں چیزوں میں سے نکل کر پیدا ہو گی۔ جن سے آدمی کا جسم بنا ہے۔ ورنہ آئی کہاں سے۔ عدم سے تو کوئی شے وجود میں نہیں آ سکتی۔ تم تو عقل پر چلنے

والے ہو۔

مہاراج بات معقول تھی۔ سچ کہا آپ نے سچ فرمایا۔ چیتن شکتی بالقوہ ہر ایک چیز میں موجود ہے۔ وگرنہ انسان وحیوان وغیرہ میں ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی۔ سادھو نے کہا۔ تو بھائی۔ اب بجائے صرف مادّے کے تم نے ایک چیتن شکتی بھی اس میں مانی۔ میں نے کہا شکتی کے ماننے میں نہ مجھے پہلے انکار تھا۔ نہ اب ہے۔ اور جسے آپ چیتن شکتی کہہ رہے ہیں وہ شکتی ہی کی ایک صورت ہے۔ یہ سن کر سادھو نے زور سے ایک قہقہہ لگایا۔ اور کہا۔ اوہو! تم مادّے کی تعریف یوں کرتے ہو۔ کہ مادّہ وہ چیز ہے جس میں چیتن شکتی ہو۔ واہ واہ! دیکھو بھائی۔ مادّے کی یہ تعریف تو عجائب خانے میں رکھے جانے کے لائق ہے۔

میں نے کہا دیکھئے مہاراج میں نے مادّے کے ساتھ شکتی کہی ہے چیتن شکتی اپنی طرف سے نہ بڑھائیے۔ سادھو مسکرا کر بولا۔ چیتن شکتی کو تم نے شکتی ہی کی ایک صورت کہا ہے۔ بس اس میں اور تمھاری مانی ہوئی شکتی میں کیا فرق ہوسکتا ہے۔ اگر مادّے کے ساتھ فقط شکتی مانو گے۔ تو عالم کا نظام و انتظام تمھارے مت میں کیونکر قائم رہ سکے گا۔ اگر مادّے میں فقط شکتی ہی کام کرے تو اس منتظم نظم دنیا کی بجائے اندھا مادّہ چاروں طرف پھیلا ہونا چاہئے۔ اندھی ہی تو نیں اس میں کام کرتی نظر آئیں گی۔ کوئی مادّے کو ادھر دھکیل کرلے جائیگی کوئی ادھر ریل کرے جائے گی۔ کسی طرح کا انتظام قائم نہیں رہ سکے گا۔ لیکن دنیا میں ہر طرف انتظام نظر آتا ہے! اور انتظام بھی کیسا نہایت مکمل۔ بس مادّے کے ساتھ کام کرنے والی شکتی ضرور بالضرور چیتن ماننی پڑے گی۔

میں نے کہا اچھا کیا مضائقہ ہے۔ دو چیزیں مان لیجئے۔ اب ایک جڑ مادّہ۔ دوسری چیتن شکتی۔ لیکن دونوں چیزیں ست ماننی پڑیں گی۔ ویدانت تو صرف آتما کو ست مانتا ہے اور جگت کو است کہتا ہے۔ اور اس کو آپ دویک کہتے ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے۔ سادھو نے کہا۔ اب تم راہ پر آتے جاتے ہو پہلے صرف مادّے کو مانتے تھے۔ اب مادّے کے ساتھ ایک چیتن شکتی بھی تسلیم کرتے ہو۔ یہ آثار اچھے ہیں۔ جب تم نے چیتن شکتی مانی تو یہ بھی لازمی و لابدی طور سے ماننا پڑے گا۔ کہ جس کو تم نے مادّہ مانا ہے۔ اس کا گیان اس چیتن شکتی کو ہوگا۔ میں نے کہا بیشک ہوگا۔ سادھو بولا جب گیان ہونا مانتے ہو۔ تو جن جن اشیائے خارجی کا گیان ہوگا۔ وہ بعینہٖ اسی طرح ہوگا۔ جیسے خواب کی اشیا کا ہوتا ہے۔ اور گیان ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ خواب تم روز دیکھتے رہتے ہو۔ ہاتھی سامنے کھڑا ہے۔ دم بھر میں وہ غائب اور گھوڑا پیدا ہوگیا۔ اس کی جگہ آدمی پیدا ہوگیا۔ بھلا خواب کی صورتیں جو معدوم پیدا ہوتی رہتی ہیں ست ہیں یا است؟ میں نے کہا بے شک است۔ لیکن عالم بیداری میں تو یہ بات نہیں ہے کہ ایک چیز مٹی اور دوسری پیدا ہوگئی۔

سادھو نے کہا۔ کیوں ہے کیوں نہیں۔ عالم بیداری میں کیا تم پیدا ہوتی چیزیں نہیں دیکھتے۔ عورت کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بیج سے درخت بن جاتا ہے۔ درخت کی لکڑی سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ آگ میں آٹا پک کر روٹی بن جاتی ہے۔ دیکھو یہ بالکل مداری کا تماشا یا نہیں۔ کہاں بیج کہاں درخت۔ اسی پر اور چیزوں کو قیاس کرلو۔ تعجب ہے

نہیں یہ صورتیں خواب کی طرح بدلتی نظر نہیں آتیں۔ میں نے کہا۔ مہاراج خواب من کا کھیل ہے۔ بیداری عالم اسباب ہے۔ یہاں جب تک خاص اسباب جمع نہ ہوں کوئی ظہور نہیں ہو سکتا۔ خواب میں بغیر اسباب کے ہر چیز ممکن ہے۔ بھلا بیداری میں ہاتھی کا گھوڑا بنتا کس نے دیکھا ہے۔

سادھو بولا۔ اچھا بھائی۔ بیداری میں چیزوں کا پیدا ہونا تو مانتے ہو۔ میں نے کہا بیشک بالکل اسی طرح جیسے بیج سے خاص اسباب کی مدد پاکر درخت پیدا ہو جاتا ہے۔ کہا پیدا ہونے کے معنی تو ہمیشہ وہی رہیں گے جیسے خواب کی صورتوں کے پیدا ہوتے کے ہیں۔ میں نے کہا وہ کیونکر۔ کہا سنو جس طرح عدم سے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ہستی سے بھی کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ جہاں پیدا ہونا مانا گیا سب مایا کا تماشا مداری کا کھیل اور من کی کرتوت ہے۔ عدم سے کوئی شے وجود میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ سوال پیدا ہوتا ہے وہ آئی تو آئی کہاں سے اور اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اسی طرح جو شے ہست ہے۔ اس سے یہ کہنا اور شے ہست ہوئی ایک ہی لفظ کی مکرر تکرار ہے۔ اور یہ بے معنی محض ہے۔

میں نے کہا آپ کا کہنا سراسر لغو ہے۔ ہست ہی سے ہست چیز کیوں نہیں پیدا ہو سکتی۔ لغو کا لفظ سنکر سادھو کو غصہ آیا۔ اور کہنے لگا۔ ارے مورکھ مجھے بتا تو جس ہست چیز کو تو یہ کہتا ہے کہ پیدا ہوئی کیا وہ پیدا ہونے سے پہلے ہست نہ تھی۔ اگر ہست نہ تھی تو نیست ماننی پڑے گی اور نیستی سے ہستی لازم آئے گی جو سراسر لغو ہے پس ہست چیز جسے تو کہتا ہے پیدا ہوئی وہ پیدا ہونے سے پہلے بھی ہست ہی تھی ہست چیز ہی سے ہست چیز کا پیدا ہونا لغو نہیں تو اور کیا تیرا سر ہے۔ تو بڑا مورکھ ہے اتنی سی بات نہیں سمجھتا۔

مہاراج! میں دلیل میں برابر ہارتا چلا آرہا تھا۔ ہارا کھسیانا مشہور ہے۔ مجھے بھی غصہ آگیا اور میں نے کہا مورکھ تو ہے جو سچے جگت کو جھوٹا بتا رہا ہے۔ کیا تیرے پاس جو یہ سوٹا رکھا ہے میرے سر پر مارے تو میرا سر نہیں پھٹیگا۔ اسمیں سے خون نہیں نکلے گا۔ مجھے تکلیف نہیں ہوگی۔؟"

یہ الفاظ میں نے اس سخت کلامی سے کہے تھے کہ سادھو کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ کہنے لگا۔ اے مایا میں پھنسے ہوئے جیو تجھے خبر نہیں کہ تو شدھ سچدانند برہم ہے۔ ایک تو ہی ست ہے۔ اور باقی سب جگت اَست ہے۔ تجھے نہ آگ جلا سکتی ہے۔ نہ پانی گلا سکتا ہے۔ نہ ہوا سکھا سکتی ہے۔ نہ ہتھیار کاٹ سکتا ہے۔ دیکھ میں تیرے سوٹا مارتا ہوں۔ نہ تیرا سر پھٹیگا نہ خون نکلے گا۔ نہ تجھے کچھ تکلیف ہوگی۔

یہ کہہ کر اس بے رحم سادھو نے حقیقت میں اپنا موٹا سوٹا زور سے میری طرف کھینچ مارا۔ وہ تو خیریت ہوئی اُدھر تو میرے دوست نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ ادھر میں وار بچانے کو ایک درخت کی طرف جھکا۔ سچ کہتا ہوں۔ اگر وہ سوٹا لگتا تو سر پاش پاش ہو گیا ہوتا۔ لیکن پھر بھی ادھر تو وہ اچھٹتا ہوا میری پیشانی سے مس کرتا ہوا گیا۔ اُدھر میرا سر ایک درخت سے ٹکرایا۔ ایسی تکلیف محسوس ہوئی کہ میں بے اختیار چونک اُٹھا۔

دیکھوں تو نہ کہیں باغ ہے نہ کہیں سادھو ہے۔ اپنے گھر پر بیٹھا ہوں حقہ پیتے اونگھ گیا تھا۔ اور حقے کی نے

پیشانی پر لگی تھی۔ جو مجھے سادھو کا سوٹا محسوس ہوئی۔ درخت کی بجائے گھر کی دیوار سے میرا سر ٹکرایا تھا۔ پنڈت جی اور میرے دوست دونوں آ پہنچے تھے۔ اور سرہانے کھڑے ہنس رہے تھے۔

آخر پنڈت جی بولے۔ واہ لالہ پربھو دیال۔ جاڑے کے دنوں میں دوپہر کو ایسے غافل ہو کر اونگھتے ہو۔ کہ سر دیوار سے ٹکراتا ہے۔ لو اٹھو چلو۔ سادھو مہاراج کے درشن کریں۔ مجھ میں فرط حیرت سے بولنے کی تاب نہ تھی دونوں صاحبوں کو اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔ وہ بیٹھ گئے اور مجھے نگاہ حیرت سے دیکھنے لگے۔

میں بہت دیر تک اپنے خواب کو سوچتا رہا۔ اور سوچ سوچ کر دُگنی حیرت محسوس کرتا رہا۔ حقیقت میں مجھے صاف صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ عالم بیداری میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں۔ وہ سب خواب کا سا نقشہ ہے۔ تمام پڑھنا پڑھانا۔ تمام بحث و مباحثے۔ تمام کاروبار غرض ہر ایک بات خواب کی صورتوں کی طرح چشم تصور کے سامنے آتی ہے۔ اور کچھ دیر ٹھہر کر غائب ہو جاتی ہے۔ ہاں میں دیکھنے والا جوں کا توں قائم رہتا ہوں۔ آخر میں اٹھ کر بڈھے پنڈت جی کے چرنوں میں پڑا۔ انہوں نے مجھے اٹھایا اور پوچھا کہ بات تو بتاؤ کیا ماجرا ہے۔ میں نے سارا خواب کہہ سنایا :۔

حقیقت یہ ہے کہ سادھو کے ساتھ جو بحث میں نے آپ کے گوش گزار کی ہے۔ وہ صبح پنڈت جی کے ساتھ ہوئی تھی۔ پنڈت جی میرا خواب سن کر بڑے حیران ہوئے۔ کہنے لگے۔ بتاؤ اب تو سمجھ گئے۔ کہ وویک کیا چیز ہے۔ میں نے کہا۔ مہاراج خوب سمجھ گیا۔ یہ جگت کی بدلتی ہوئی صورتیں تمام خواب کی طرح است ہیں۔ اور ان کا دیکھنے والا میں آتما ست ہوں آج سے میں آپ کا چیلا ہوں۔ مجھے گیان کا اُپدیش دیجئے۔ میں کسی سادھو کے درشن کو نہیں جانا چاہتا۔ پنڈت جی نے اس روز سے مجھے پڑھانا شروع کیا۔ کیونکہ شاستر اور گورو کے بچنوں میں شردھا ہو گئی تھی۔ بس جلد جلد گیان کے زینے پر چڑھتا چلا گیا اور جس دن پنڈت جی کا دیہانت ہوا۔ اسی روز سنیاس دھارن کرکے گھر سے نکل گیا۔

اس کہانی کو سن کر سب سادھو نہایت محظوظ ہوئے۔ کہ کیسی دقیق باتوں کو کس مزے سے نبھایا ہے۔ سوامی برہمانند نے بھی تعریف کی۔ اور پھر ایک سادھو کی طرف اشارہ کر کے بولے بھائی کرورڈی ایک روز تم نے ہمیں کچھ اپنا حال سنایا تھا۔ وہی سب کو سناؤ۔ وویک کی توضیح خوب ہو چکی۔ تم بیراگ کا مضمون شروع کرو۔ جو ویدانت کے سادھن چتشٹے میں سے دوسرا سادھن ہے :۔

اوم اوم

قسط ۲

درگا سپت شتی

(منظوم ترجمہ از کوی لوکناتھ جی دل)

دوسرا ادھیائے

سنو! ورشوں تک اس سے پہلے
اسروں سے سروں کی ہار ہوئی
مہشاسر جیت کے دیووں کو
دھرتی کا رج کن نیل گگن کے
تب دیوتا گن. کیلاش پتی
آئے بیکنٹھ ہیں وشنو کے
روی. ششی. اگنی. وایو. کبیر
مہشاسر کے ادھیکار میں ہیں
سُرواتی شنکر اسروں پر.
تن گئیں بھویں جوالا برسی
تب چکرپانی کے شری مکھ سے
چتر انن. پنچانن. دیویندر
ہن چل کر مہا تیج لے دل!
بس پلک جھپکتے ہی یہ تیج
دیووں نے دیکھا نیتروں سے
سمپورن دشاؤں میں. اس
سمپورن سُروں کے تن سے پرکٹی
جس نے ناری کا روپ دھرا
دیکھتے ہی دیکھتے تیج پنج
یہ روپ بنا مہا رودری کا

تھا دیو اسر سنگھرام ہوا
سنگرام کا یہ پرنام ہوا
تھا تربھون کا مہاراج بنا
تاروں کا سرتاج بنا
اور پرجاپتی کو ساتھ لئے
چرنوں پر سب کے سیس جھکے
یم. ورن اندر سب ہار گئے
سب دیووں کے ادھیکار گئے
بھگوان وشنو نے کرودھ کیا
نینوں سے. تج مکھ لال ہوا
اک دویہ تیج سا پرگٹ ہوا
سے نکلی اک انمول آبھا
درشٹی گوچر ساکار ہوا
تیج پروت آکار ہوا
اس تیج سے چھنتی ہوئی جوالا
تیج پنج سے بنتی ہوئی جوالا
جوتی کی کیسے ہو تلنا
جس نے ناری کا سوانگ بھرا
تینوں لوکوں میں دیاپت ہوا
یہ روپ بنا مہا کالی کا

شنکر کے تیج سے وَدن بنا
بھگوان وشنو کے مہا تیج
چندرماں کے تیج سے بنے ستھن
جنگھائیں اور پنڈلیاں ہوئیں
برھما کے تیج نے چرن بنائے
انگلیاں بنائیں ہاتھوں کی
ناسکا کبیر کے تیج سے۔ دانت
اور تینوں نیتر بنے۔ جنہیں
سندھیا کے تیج سے بھویں بنی
اے دل! سُر شکتی سے جگ کو
اس طرح سمست دیوتاؤں کے
جا جولیہ مان۔ پروت کی طرح
سُر تیج پنج سے پرکٹ ہوئی
یہ مہا کالی راتری اے دل!
درشن کر کے مہا شکتی کا
بھئے دھیرے دھیرے گھٹنے لگا
اے دل! پناک دھاری شمبھو
وشنو نے اپنے چکر سے
دے دیا ورن نے شنکھ اور
وایو نے دھنش دیا اور بانہی
دیویندر سہستر نیتروں والے نے
ایراوت ہاتھی سے اُتار کے
من کی پرسنتا پا ہی لی
پرتی روم کوپوں سے روی نے
تب کال نے اپنی جگمگ کرتی

یم راج کے تیج سے بال بنے
سے۔ باہو کئی وِشال بنے
دیویندر کے تیج سے مدھیہ بھاگ
جب کیا ورن نے تیج تیاگ
انگلیاں روی کی کرنوں نے
مل جل کر اے دل! وسوؤں نے
پرجاپتی تیج سے بنے سبھی
کیول اگنی کی شکتی تھی
وایو کے تیج سے کان ملا
یو تیج کا تیج مہان ملا
تیج پنج سے پرکٹ ہوئی
یہ کلیانی وشنوی شکتی
یہ مہا دیوی شکتی شالی
یہ مہا چنڈیکے مہا کالی
دیوؤں کا ساہس بڑھنے لگا
چھایا ہوا اُس مہشیاسُر کا
نے سوئم اپنا ترشول دیا
چکر سدرشن اُنکی بھینٹ کیا
اگنی نے اپنی شکتی دی
اک بانوں سے بھری ہوئی
ان کو اپنا وجر دیا
گھنٹہ بھی اک بھینٹ کیا
یم راج نے کال دنڈ دے کر
اپنا تیج دیا کرنوں سے بھر
کھڑگ اور کی ڈھال پروان

کھیشر سندھو نے ناش نہ ہونے
ساتھ دیئے جھلمگ کرتے
اک اردھ چندر کا بھج بند کنگن
وشو کرما نے سندر پھرسا
کوچ کے ساتھ ساتھ کنڈل
کبھی نہ کملانے والے کملوں کا
کسی سمے بھی جن پر بیت جھڑ
پرکھتوی دھارن کرنے والے
سب دیوتاؤں نے اپنی اپنی
دیکھ کے اپنے انگ وبھوشت
کیا ایک اٹ ہاس بھیانک
سن سن کر یہ ناد بھینکر
جاگا مورتی مان ہو کر تشیچہ
کانپ اٹھے ساگر اپنے دل!
یہ سنگھ ناد سن کر دھرتی سے
تب دیوؤں نے سنگھ داہنی
مہرشیوں نے ستون کیا اور
مہیشاسر کی سیناؤں میں
ایک پلک میں تشیچہ دل نے
کرودھ میں آکر پوچھا مہیشاسر
پھر سینا میں گھر کر پہنچا
مہیشاسر نے دیکھا آ کر
مہا بھیانک اٹ ہاس۔ اور
دیا پت ہو رہی تھی کن کن میں
اجولتا بکھیرتے پگ پگ پر

ولے دیئے ہتھیار مہان
آبھوشن کنچن کے اجول
کنٹھ کے ہار اور کنڈل
بھینٹ کیا اور اک تلوار
اور برچھے بھالے کئی ہتھیار
دیا انوٹھا ہار
کا ہو سکے نہ کبھی پرہار
شکتی نے دی بنیوں کی مال
شکتی دی ان کو سنبھال
دیکھ کے نج اردھ بھگت شرنگار
مہا گرجنا ایک کار
گونج اٹھا سارا آکاش
تشیچہ دل کا ہوتا ناش
تھرآیا پرکھتوی کا آنچل
امبر تک مچ گئی ہل چل
درگا کی، کی جے جے کار
نمسکار کی بار مبار
مچ گئی پرلیہ سی ہاہا کار
اپنے شستر لیئے سب دھار
نے۔ کیسی ہاہا کار
جہاں سے آئی تھی للکار
دیوی کا اردھ بھگت سنگار
مہا بھیانک ہی ہتھیار
سروں دوارا جس کی جے کار
جس کے ہیروں کے ہار

جس کے بوجھل چرنوں سے — دھنستا جاتا تھا پرتھوی تل
کھینچتی تھی آکاش پہ ریکھا — جس کی مکھ آبھا اُجول
ساتوں پاتالوں میں گونجی — جس کے دھنش کی اِک ٹنکار
سب دِشاؤں میں چھائی تھیں — جس کی بھُجائیں لے کر ہتھیار
نشچر دَل سے یدھ چھڑ گیا — ہونے لگا مہان پرہار
کرنے لگی سنان رکت میں — کھنڈے کھڑگ کرپان کی دھار
مہیشاسُر کا سینا نائک — لے آیا سینا بھاری
ساٹھ ہزار رتھ بھی ٹوٹے — سینا بھی ساری ہاری
اور مہارتھی آئے کتنے — تیر چلا کر چلے گئے
گھوڑ سوار بھی گج سوار بھی — برچھے کھا کر چلے گئے
کھپ گئی کئی اکشونی سینا — مرتیو کے وار کو سہہ نہ سکی
پھرسے کی دھار کو سہہ نہ سکی — تلوار کی دھار کو سہہ نہ سکی
دُرگا نے جونہی پرہار کیا — بلوانوں کا سر کاٹ دیا
دُرگا کے واہن نے اے دِل! — اگنت دانوؤں کا رکت پیا
دیوی کا واہن سنگھ جو — رن بھومی میں آج وِچرتا تھا
مانو آندھی کا جھونکا ہو — یا ویگ تھا کوئی سمندر کا
ہاتھوں پہ آج جھپٹتا تھا — یوں سنگھ ہوا تھا متوالا
جیسے مرتیو کا دوت ہو یہ — جیسے ہو یہ پرچنڈ جوالا

رتھوں کے ٹوٹے چکروں اور شولوں سے مارگ گئے تھے بھر
دیوتا پشپ برساتے تھے۔ ہو کر پرسن ماتیشوری پر

باقی پھر

اوم

سومناتھ پر حملہ

گذشتہ سے پیوستہ

(شری امرت لال سریاں)

ذو ویر آگے بڑھے۔ مہاراج کے شریر کو اُٹھاکر ایک طرف لے گئے کچھ صلاح کی مہاراج کا رتن جڑت مکٹ دلیپ کے سر پر رکھ دیا۔ جو جان توڑ کر وہیں لڑ رہا تھا۔ اور اُدھر مندر میں گورو دیو گنگ سروگیہ دیو رتکی گنگا اور سورگ کی اپسرا سمان چوکی حیران و پریشان بھگوان کے چرنوں میں بیٹھے۔ ہر اچھی بُری خبر کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ اسی سمے سامنت نے پرویش کیا۔ گورو دیو بات کرنے کا سمے باقی نہیں رہا۔ اس سنکٹ کو جان کر میں کشتی لے کر آیا ہوں۔ جلدی کیجئے۔ جلدی نکل چلیئے؟ اور گورو دیو بھگوان شو کی طرح شانت، سمندر کی طرح گمبھیر۔ مدھم سوئر میں بولے سامنت میرا جیون بھگوان سے جدا مت سمجھو میں اُنہیں کی سیوا کے واسطے پیدا ہوا تھا۔ اور انہی کے لئے مروں گا۔ اور پھر اسی وقت مہاراج کا شریر ایک گھڑی کا مہمان۔ وہاں لاکر رکھ دیا گیا۔ زخموں سے خون بہہ رہا تھا۔ مگر نبض ابھی چل رہی تھی۔ جلدی میں بتایا گیا کہ مہاراج کے گرتے ہی اس وچار سے کہ فوج کا دل نہ ٹوٹ جائے انکا مکٹ دلیپ سیناپتی کے سر پر رکھدیا گیا۔ سبھی ویر بھیڑوں کے جھنڈ میں شیر کے سمان لڑ رہے ہیں۔ اور وہاں سامنت تم لگڈا۔ چولا اور مہاراج کے شریر کو لے کر جلدی نکل جاؤ۔ میں نہیں جاؤں گا۔ جلدی کرو،، سامنت گورو دیو کو جانتے تھے۔ بھولا ناتھ پر ان کا کتنا وشواس ہے۔ اور شردھا کتنی گہری ہے۔ وہ جانتے تھے۔" اس وقت گنگا بولی۔" گورو دیو میرا استھان آپکے چرنوں میں ہے۔ میں نے چالیس ورش آپکی سیوا کی۔ آپکی آرتی اُتاری اور اب آپکو اکیلے چھوڑ کر چلی جاؤں۔ یقین رکھئے میں کائر نہیں ہوں مرنا جانتی ہوں اور سامنت مہاراج کے ادھ مرے شریر، چولا۔ اور کچھ جانباز ساتھی لے کر سمندر میں آگے بڑھا کشتی سمندر کی چھاتی پر تیزی سے سفر طے کرتی ہوئی دور تک نکل گئی۔ سبھی یودھوں کو مندر میں بھرتے چھوڑ کر اور گڑھ کے اندر کی سیناؤں کو باری باری شو چرنوں میں پرانوں کو ارپن کرتے چھوڑ کر۔ اب مندر کے دروازے کے قریب گھمسان کا یدھ ہو رہا تھا۔ دشمن ہر دم بڑھ رہا تھا۔ گورو دیو! اگر میں مر نہ سکوں تو دوسرے کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے مجھے کٹار سے سماپت کر دینا۔ گورو دیو اب بھی سمندر کی طرح شانت تھے۔ بالکل خاموش۔ دور سے ایک دروازے کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ گنگا نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سونے کی کنگھی نکالی۔ اس کے دانتوں کو انگلی سے چھوا۔ گورو دیو کے چرنوں میں پرنام کیا ..... اور کنگھی کو گلے میں رکھکر زور سے دبا یا۔ خون کا فوارہ چھوٹ پڑا گنگا اسی مندر میں سماپت ہو گئی۔ جہاں اس نے بچپن، جوانی اور بوڑھاپا دیکھا تھا۔ گورو دیو نے گنگا کی سارتھی ہی سے اس کے شو لاش کو ڈھانپ کر بھگوان کے چرنوں میں رکھدیا اور تھالی میں دھوپ دیپ رکھکر شو جی بھولا ناتھ کی آرتی اُتارنے لگے۔ گڑھ کی ساری سینا سورگ لوک جا چکی تھی۔ کوئی بھی یودھا اب نہیں بچا تھا۔ محمود غزنوی نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آگے بڑھا۔ لاشوں کے ڈھیروں کو روندتا ہوا دھمروں کو سماپت کرتا ہوا وہ جھٹ سے سینک دل کیساتھ وجئیتا کے ناطے شو لنگ کو توڑنے جا رہا تھا اور شو درشی اپنی من

کی آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر کے خوش ہو رہا تھا۔

مہاراج مرے۔ پربھاس سماپت ہوا۔ گنگا گئی۔ اور اب چولا میری رانی بنے گی۔ میں اسے جا کر لے آؤں گا۔ وہ چاہے کہیں بھی کیوں نہ ہو۔ محمود گھوڑے پر آگے بڑھا۔ تو شیو درشی آگے سے آ کر آڑے ہاتھ کر کے کھڑا ہو گیا۔ ہزاروں یودھاؤں کے سنگھار کے بعد ایک بے ہتھیار بابا کو اس طرح کھڑے دیکھ حیران ہوا۔ اتنے میں شیو درشی بولا "امیر! ٹھہر۔ میں نے بھی تیری مدد کی ہے۔ میری مدد کے بغیر تم کبھی یہاں نہ آ سکتے تھے۔ میں نے تیرے سینکوں کو سرنگ کا راستہ بتلایا تھا۔ اور اب میں چاہتا ہوں کہ تم میری اور میرے دیو کی رکھشا کرو۔" امیر قہقہہ مار کر ہنسا کافر! محمود مورتیوں کو بچانے والا نہیں توڑنے والا ہے اور اس نے اپنی تلوار شیو درشی کے سر پر زور سے ماری۔ یہ تھا دیش دروہی کا صلہ یعنی انعام محمود کا گھوڑا شیو درشی کے سر کو روندتا ہوا آگے بڑھا۔ اور یہاں پر گورو دیو گنگ سروگیہ نظر آئے۔ اس مندر میں پچاس برس انہوں نے ایک چھتر راجیہ کیا تھا۔ تنتیوں کی آتماؤں اور شریروں پر یہاں بیٹھ کر انہوں نے چکرورتی راجاؤں کے ارگھیہ سو یکار کئے تھے یہیں بیٹھ کر انہوں نے بھارت ورش کے مہا ودوانوں اور سنسکاروں پر شاسن کیا تھا۔ یہاں بدھ بھگوان کے اُتر ادھکاری تھے وہ پرشو کے لئے موکش دوار کا مہا منتر گانے والے تھے۔ محمود کو آتے دیکھ کر انہوں نے آرتی زمین پر رکھ دی اور کمر پر ہاتھ رکھ کر دوار پر کھڑے ہو گئے۔ امیر نے ہونٹ دبائے۔ "بڈھے۔ دور ہٹ۔ کیوں موت بلا رہی ہے۔" گورو دیو مسکرائے بالکل شانت چت سے انہوں نے کہا۔ یون میں بھگوان کے ساتھ جیا ہوں اُسی کے ساتھ مرونگا۔ امیر فتح کے نشے میں چور دلیل سننا نہیں چاہتا تھا۔ اسکے ہاتھ میں تلوار چمکی اور دوسرے ہی لمحہ میں گورو دیو کا پوتر شریر بھومی پر گر کر لوٹنے لگا۔ ایک ہی چھلانگ مار کر محمود گربھ دوار میں پہنچ گیا پاس ہی کھڑے ایک یودھا نے لوہے کی گدالی اور گھما کر ماری۔ سرشٹی کے شروع میں ستھاپت بھگوان سومناتھ کے لنگ کے تین ٹکڑے ہو گئے وہ مندر کے اندر گیا چاروں طرف مدھم روشنی میں ہیرے جواہرات چمک رہے تھے۔ مندر کے فرش چھتیں دیواریں سبھی قیمتی ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے تھے۔ اب مندر اور مندر کے باہر لوٹ مچی۔ ایک دن۔ دو دن۔ اور تب تک جب تک من اُکتا نے لگا پربھاس پر موت کا چھایا پڑا ہوا تھا۔ لاشیں بدبو پھیلا رہی تھیں آسمان پر بے شمار چیلیں اور گدھ منڈلا رہے تھے وہاں اور ٹھہرنا محال ہو رہا تھا۔ امیر کا خیال تھا کہ پاٹن میں جا کر اب راجیہ ستھاپت کرے، مگر مدت سے گھر بار چھوڑ کر نکلی فوجوں کے من میں اُتساہ نہیں رہا تھا۔ وہ واپس جانے کو بے قرار تھیں وہ بغاوت کرنے پر آمادہ تھیں پھر اُسی ریگستان کو پار کرنیکی بات سوچ کر اُنکے حوصلے پست ہو رہے تھے تین لاکھ کا تمام جرار لشکر تین حصہ ریگستان میں ختم ہو گیا۔ گھوگھا بابا کے کچھ سو نوجوانوں نے ہزاروں کی کمی کر دی اور اب پربھاس میں لڑ بھڑ چکنے کے بعد کتنے بچے اور ان میں سے واپس کتنے غزنی پہنچیں گے۔ یہ سوچکر ہی ان کا سر چکرانے لگا۔ اور محمود کی بیقراری کی حد نہ تھی۔ وہ پریشان تھا جیت کر بھی وہ ہار رہا تھا۔ اسے خبریں آنی شروع ہوئیں مہاراج بھیم کی جان بچ گئی سامنت آندھی کی طرح دیش میں چاروں طرف گھوم گیا۔ جہاں جا کر سومناتھ بھگوان کی تباہی کے قصے سناتا لوگ پاگل ہو اُٹھتے۔ اسکے لئے دن نہیں رات نہیں۔ بھوک نہیں پیاس نہیں تھکان نہیں، نیند نہیں۔ اس کا یہ اُتساہ دیکھ کر نراشا بھی آشا میں بدلنے لگی۔ امیر گھبرایا پھر سن کر کہ بے انداز ہندو فوجیں اب اسکی واپسی کو ناممکن بنانے کے درپے ہیں۔ اجین اور مارواڑ کی فوجیں آ پہنچیں سانبھر سے بھی کمک آ پہنچی۔ پاٹن سے تنکھوٹ تک گجرات اور ان کے مہاراجوں کا جال بچھ گیا ہے۔ مہاراج بھیم نے اب خود کمان سنبھال لی ہے۔ دیش بھر کے راجے مہاراجے سب سکھ اور آرام چھوڑ کر تیزی سے محمود کو

ختم کرنے کو بڑھ رہے ہیں کیسری بانا پہنے جاں باز مرنے اور مارنے کیلئے ہتھیلی پر جان رکھکر نکل پڑے ہیں۔ محمود کی اطلاعات غلط نہیں تھیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر کچھ عرصہ پہلے کمک پہنچ جاتی تو اسکی فوج کا کوئی سپاہی جیتا بچ کر نہ جاتا۔ دھارمک ستھانوں پر ہندو سنگٹھن اس قدر تیز ہو گا۔ اس کا خواب میں بھی خیال نہ آیا تھا۔ اُسے پھر اپنی بہادری پر شرم آئی اس نے بہادری سے نہیں شونرشی کی غداری سے پربھاس فتح کیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اب چاروں طرف سے گھر تا جا رہا ہے۔ اس نے کوچ کر لیا۔ کچھ ہی منزل طے کی ہوگی کہ سامنت کے چھاپہ مار دستوں نے اسے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور کمار جیسے جرنیل اور لکھافی جیسے راجہ اس کا قدم بڑھانا ناممکن بنا رہے تھے۔ پھر طرہ یہ کہ مہاراج بھیم اس کی بے طرح کھدیڑتے سمندر کیطرف لئے جا رہے تھے۔ اسے بھاگنا پڑا۔ بڑی مشکل سے کچھ کے راستے وہ بچے کھچے سپاہیوں کو لے کر ہندوستان سے بھاگنا پڑا۔

"جے سومناتھ" کی گونج پھر سے گونجنے لگی۔ کھمبات میں خبر پہنچی۔ لوگ خوش ہوئے۔ دیپ مالا کی گئی پھر سے پربھاس میں سب لوگ اکٹھے ہوئے۔ ایک دوسرے کو بدھائی دیجانے لگی۔ سبھی راجے وداع ہوئے اور پربھاس کا پنر نرمان شروع ہوا۔ سامنت گیا۔ کھمبات اور پاٹن کے لوگوں کو اپنے اپنے گھر پہنچنے کی خبر دی لوگ ایک بار پھر محمود کی تباہی کی یاد کو منانے میں جٹ گئے۔ مندر کو پھر سے بنایا گیا۔ لنگ ستھاپت کیا گیا۔ گورو دیو کے ششیہ گنگن سروگیہ نے اور دو سال کے قلیل عرصہ میں پھر سے سومناتھ جی کی اسی طرح پوجا ہونے لگی۔ سارے بھارت کے راجے۔ مہاراجے۔ رانا رنک، عورت۔ مرد بھولاناتھ کے درشنوں کو دوڑ پڑے اور سامنت۔ یہ سب کچھ کرنے والا جسکے بغیر سب کچھ ادھورا رہ جاتا۔ شاید امیر کو اور بھی لوٹ کا سمے مل جاتا۔ اور جسکے بغیر مہاراج نہ بچتے، سنگٹھن نہ ہوتا۔ وہ سامنت ہر چیز سے بے نیاز نہ جانے کہاں کھو گیا۔ سارے ونش کی ایک ہی نشانی کیول بھارت کے سومناتھ کے واسطے سارا کام سماپت کر دینے والا۔ اس کے بعد کسی کو نظر نہ آیا۔ مہاراج بھیم نے جان توڑ تلاش کی۔ مگر وہ اُسے نہ پا کر ایک صدمے کو من میں لئے چپ رہ گئے۔ اور چولا شوجی بھولاناتھ اپاسکا۔ معصوم بے گناہ کے خواب سے کوسوں دور مہاراج بھیم کے ساتھ کھمبات جانے کے بعد سے آج تک۔ خوش نہ رہ سکی۔ اسے اپنے بھولاناتھ کے برہ کی آگ جلاتی رہی وہ سارا جیون اپنے آپ کو پاربتی سمجھکر شوجی کی پوجا کرنے کے بعد انکی کمزوریوں سے بچ نہ سکی۔ اس نے مہاراج بھیم کو شوجی کے روپ میں پایا۔ ان سے بیاہ کیا۔ اور ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تب وہ سمجھی کہ وہ پاربتی ہو کر کے سادھارن استری ہے۔ اور مہاراج بھیم بھولاناتھ نہ ہو کر کے صرف سادھارن مہاراجہ ہیں۔ اور وہ رات ایک ہی رات جس کو اس نے مکتی کی رات سمجھا تھا۔ اس کے من میں ایک کانٹے کی طرح چبھنے لگی۔ وہ کبھی خوش نہ رہ سکی۔ اپنی اس ادھمتا اور گراوٹ پر وہ سارا دن روتی رہتی۔ مہاراج اور داسیاں اسے خوش نہ رکھ سکیں۔ ایک دن اپنے جیون کا آخری نرت کرتے کرتے اس نے بھگوان کے چرنوں میں پران تیاگ دیئے۔"

نوٹ۔ آشا ہے کہ مہاشہ جگدیش چندر اس اتہاس کو پڑھکر محسوس کرینگے کہ مورتی پوجا کے کارن ہی ہندوؤں میں سنگٹھن تھا اور وہ دشمن کا مقابلہ جاں فشانی سے کرتے رہے۔ جب سے ہندوؤں کے اندر فرنگیوں نے اور اُنکے چیلوں نے اشردھا پیدا کر دی۔ تبھی سے ہندوؤں میں گراوٹ آنی شروع ہوئی۔ اور آج یہ حالت ہے کہ چوٹی۔ جنیؤ۔ سندھیا۔ اپاسنا۔ شوچ لوپ تر تا۔ بلکہ ہندو پن ہی ختم ہو چکا ہے۔ جو کہ مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب کی دین ہے۔"

کی آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر کے خوش ہو رہا تھا۔

مہاراج مرے۔ پربھاس سماپت ہوا۔ گنگا گئی۔ اور اب چولا میری رانی بنے گی۔ میں اسے جا کر لے آؤں گا۔ وہ چاہے کہیں بھی کیوں نہ ہو۔ محمود گھوڑے پر آگے بڑھا۔ تو شیو درشی آگے سے آکر آڑے ہاتھ کر کے کھڑا ہو گیا۔ ہزاروں یودھاؤں کے سنگھار کے بعد ایک بے ہتھیار بابا کو اس طرح کھڑے دیکھ حیران ہوا۔ اتنے میں شیو درشی بولا۔ "امیر! ٹھہر۔ میں نے بھی تیری مدد کی ہے۔ میری مدد کے بغیر تم کبھی یہاں نہ آ سکتے تھے۔ میں نے تیرے سینکوں کو سُرنگ کا راستہ بتلایا تھا۔ اور اب میں چاہتا ہوں کہ تم میری اور میرے دیوی کی رکھشا کرو۔" امیر قہقہہ مار کر ہنسا "کافر! محمود مورتیوں کو بچانے والا نہیں توڑنے والا ہے" اور اس نے اپنی تلوار شیو درشی کے سر پر زور سے ماری۔ یہ تھا دیش دروہی کا صلہ یعنی انعام محمود کا گھوڑا شیو درشی کے شریر کو روندتا ہوا آگے بڑھا۔ اور یہاں پر گورو دیو گنگ سروگیہ نظر آئے۔ اس مندر میں پچاس برس انہوں نے ایک چھتر راجیہ کیا تھا۔ منتریوں کی آتماؤں اور شریروں پر یہاں بیٹھ کر انہوں نے چکرورتی راجاؤں کے ارگھیہ سویکار کئے تھے یہیں بیٹھ کر انہوں نے بھارت ورش کے مہا ودوانوں اور سنسکاروں پر شاسن کیا تھا۔ یہاں بدھ بھگوان کے اُتر ادھکاری تھے وہ شیو کے لئے موکش دوار کا مہا منتر گانے والے تھے۔ محمود کو آتے دیکھ کر انہوں نے آرتی زمین پر رکھ دی اور کمر پر ہاتھ رکھ کر دوار پر کھڑے ہو گئے۔ امیر نے ہونٹ دبائے۔ "بڈھے۔ دور ہٹ۔ کیوں موت بلا رہی ہے۔" گورو دیو مسکرائے بالکل شانت چت سے انہوں نے کہا۔ یون میں بھگوان کے ساتھ جیا ہوں اُسی کے ساتھ مرونگا۔ امیر فتح کے نشے میں چور دلیل سننا نہیں چاہتا تھا۔ اسکے ہاتھ میں تلوار چمکی اور دوسرے ہی لمحہ میں گورو دیو کا پوتر شریر بھومی پر گر کر لوٹنے لگا۔ ایک ہی چھلانگ مار کر محمود گربھ دوار میں پہنچ گیا پاس ہی کھڑے ایک یودھا نے لوہے کی گدالی اور گھما کر ماری۔ سرشٹی کے شروع میں ستھاپت بھگوان سومناتھ کے لنگ کے تین ٹکڑے ہو گئے وہ مندر کے اندر گیا چاروں طرف مدھم روشنی میں ہیرے جواہرات چمک رہے تھے۔ مندر کے فرش چھتیں دیواریں سبھی قیمتی ہیرے جواہرات سے جڑے ہوئے تھے۔ اب مندر اور مندر کے باہر لوٹ مچی۔ ایک دن۔ دو دن۔ اور تب تک جب تک من اکتانے لگا پربھاس پر موت کا چھایا پڑا ہوا تھا۔ لاشیں بدبو چھوڑ رہی تھیں آسمان پر بے شمار چیلیں اور گدھ منڈلا رہے تھے وہاں اور ٹھہرنا محال ہو رہا تھا۔ امیر کا خیال تھا کہ پاٹن میں جا کر اب راجیہ ستھاپت کرے، مگر مدت سے گھر بار چھوڑ کر نکلی فوجوں کے من میں اُتساہ نہیں رہا تھا۔ وہ واپس جانے کو بے قرار تھیں وہ بغاوت کرنے پر آمادہ تھیں پھر اُسی ریگستان کو یاد کر کے یہ بات سوچ کر اُنکے حوصلے پست ہو رہے تھے تین لاکھ کا تمام جرار لشکر تین حصہ ریگستان میں ختم ہو گیا۔ گھوگھا بابا کے کچھ سو نوجوانوں نے ہزاروں کی کمی کر دی۔ اور اب پربھاس میں لڑ بھڑ چکنے کے بعد کتنے بچے؟ اور ان میں سے واپس کتنے غزنی پہنچیں گے۔ یہ سوچ کر ہی ان کا سر چکرانے لگا۔ اور محمود کی بیقراری کی حد نہ تھی۔ وہ پریشان تھا جیت کر بھی وہ ہار رہا تھا۔ اسے خبریں آنی شروع ہوئیں مہاراج بھیم کی جان بچ گئی سامنت آندھی کی طرح دیش میں چاروں طرف گھوم گیا۔ جہاں جا کر سومناتھ بھگوان کی تباہی کے قصے سناتا لوگ پاگل ہو اُٹھتے۔ اسکے لئے دن نہیں رات نہیں۔ بھوک نہیں پیاس نہیں تھکان نہیں نیند نہیں۔ اس کا یہ اتساہ دیکھ کر نراشا بھی آشائیں بدلنے لگی۔ امیر گھبرایا یہ سن کر کہ بے انداز ہندو فوجیں اب اسکی واپسی کو ناممکن بنانے کے در پے ہیں۔ اجین اور مارواڑ کی فوجیں آ پہنچیں سانبھر سے بھی کمک آ پہنچی۔ پاٹن سے تنکھوٹ تک گجرات اور ان کے چھتر راجوں کا جال بچھ گیا ہے۔ مہاراج بھیم نے اب خود کمان سنبھال لی ہے۔ دیش بھر کے راجے مہاراجے سب سُکھ اور آرام چھوڑ کر تیزی سے محمود کو

ختم کرنے کو بڑھ رہے ہیں کیسری بانا پہنے جاں باز مرتے اور مارنے کیلئے ہتھیلی پر جان رکھکر نکل پڑے ہیں۔ محمود کی اطلاعات غلط نہیں تھیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر کچھ عرصہ پہلے کمک پہنچ جاتی تو اسکی فوج کا کوئی سپاہی جیتا بچ کر نہ جاتا۔ دھارک سنتھانوں پر ہندو سنگٹھن اس قدر تیز ہوگا۔ اس کا خواب میں بھی خیال نہ آیا تھا۔ اُسے پھر اپنی بہادری پر شرم آئی اس نے بہادری سے نہیں شونرشی کی غداری سے پربھاس فتح کیا۔ اس نے محسوس کیا کہ اب چاروں طرف سے گھرتا جارہا ہے۔ اس نے کوچ کر لیا۔ کچھ ہی منزل طے کی ہوگی کہ سامنت کے چھاپہ مار دستوں نے اسے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اور کمار جیسے جرنیل اور لکھاقی جیسے راجہ اس کا قدم بڑھانا ناممکن بنا رہے تھے۔ پھر طرہ یہ کہ مہاراج بھیم اس کی بے طرح کھدیڑتے سمندر کیطرف لئے جا رہے تھے۔ اسے بھاگنا پڑا۔ بڑی مشکل سے کچھ کے راستے وہ بچے کھچے سپاہیوں کو لے کر ہندوستان سے بھاگنا پڑا۔

"جے سومناتھ" کی گونج پھر سے گونجنے لگی۔ کھمبات میں خبر پہنچی۔ لوگ خوش ہوئے۔ دیپ مالا کی گئی پھر سے پربھاس میں سب لوگ اکٹھے ہوئے۔ ایک دوسرے کو بدھائی دیجانے لگی۔ سبھی راجے وداع ہوئے اور پربھاس کا پنرنرمان شروع ہوا۔ سامنت گیا۔ کھمبات اور پاٹن کے لوگوں کو اپنے گھر پہنچنے کی خبر دی۔ لوگ ایک بار پھر محمود کی تباہی کی یاد کو منانے میں جٹ گئے۔ مندر کو پھر سے بنایا گیا۔ لنگ ستھاپت کیا گیا۔ گورو دیو کے ششیہ کنگن سرو گیہ نے اور دو سال کے قلیل عرصہ میں پھر سے سومناتھ جی کی اسی طرح پوجا ہونے لگی۔ سارے بھارت کے راجے۔ مہاراجے۔ رانا رنک، عورت۔ مرد بھولاناتھ کے درشنوں کو دوڑ پڑے اور سامنت۔ یہ سب کچھ کرنے والا جسکے بغیر سب کچھ ادھورا رہ جاتا۔ شاید امیر کو اور بھی لوٹ کا موقعہ مل جاتا۔ اور جسکے بغیر مہاراج نہ بچتے، سنگٹھن نہ ہوتا۔ وہ سامنت ہر چیز سے بے نیاز نہ جانے کہاں کھو گیا۔ سارے ونش کی ایک ہی نشانی کیول بھارت کے سومناتھ کے واسطے سارا کل سماپت کر دینے والا۔ اس کے بعد کسی کو نظر نہ آیا۔ مہاراج بھیم نے جان توڑ تلاش کی مگر وہ اُسے نہ پا کر ایک صدمے کو من میں لئے چپ رہ گئے۔ اور چولا شوجی بھولاناتھ اپاسک کا۔ معصوم بےگناہ کے خواب سے کوسوں دور مہاراج بھیم کے ساتھ کھمبات جانے کے بعد سے آج تک۔ خوش نہ رہ سکی۔ اسے اپنے بھولاناتھ کے برہ کی آگ جلاتی رہی وہ سارا جیون اپنے آپ کو پاربتی سمجھکر شوجی کی پوجا کرنے کے بعد انکی کمزوریوں سے بچ نہ سکی۔ اس نے مہاراج بھیم کو شوجی کے روپ میں پایا۔ ان سے بیاہ کیا۔ اور ایک لڑکا پیدا ہوا تب وہ سمجھی کہ وہ پاربتی ہو کر کے سادھارن استری ہے۔ اور مہاراج بھیم بھولاناتھ نہ ہو کر کے صرف سادھارن مہاراجہ ہیں۔ اور وہ رات ایک ہی رات جس کو اس نے مکتی کی رات سمجھا تھا۔ اس کے من میں ایک کانٹے کی طرح چبھنے لگی۔ وہ کبھی خوش نہ رہ سکی۔ اپنی اس ادھمتا اور گراوٹ پر وہ سارا دن روتی رہتی۔ مہاراج اور داسیاں اسے خوش نہ رکھ سکیں۔ ایک دن اپنے جیون کا آخری نرت کرتے کرتے اس نے بھگوان کے چرنوں میں پران تیاگ دیئے۔"

نوٹ۔ آشا ہے کہ مہاشہ جگدیش چندر اس اتہاس کو پڑھکر محسوس کرینگے کہ مورتی پوجا کے کارن ہی ہندوؤں میں سنگٹھن تھا اور وہ دشمن کا مقابلہ جاں فشانی سے کرتے رہے۔ جب سے ہندوؤں کے اندر فرنگیوں نے اور اُنکے چیلوں نے اشردھا پیدا کر دی۔ تب ہی سے ہندوؤں میں گراوٹ آنی شروع ہوئی۔ اور آج یہ حالت ہے کہ چوٹی۔ جنیؤ۔ سندھیا۔ اپاسنا۔ شوچ پوتر تا۔ بلکہ ہندو پن ہی ختم ہو چکا ہے۔ جو کہ مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب کی دین ہے۔"

اوم اوم

ہندو دھرم اور مورتی پوجا

(از قلم شری جگن ناتھ کھنہ صفی)

ایک مہاتما سوامی کرپانند جی امریکہ کے رہنے والے ہیں۔ اور پرم ہنس رام کرشن جی کے مشن کے پرچارک ہیں۔ اور پورے پورے معنوں میں ہندو بن چکے ہیں۔ شنکاگو کی ایک مہلا سے اپنی بھینٹ کا ذکر کرتے ہیں۔ جب وہ روم میں قیام پذیر تھے۔ اس مہلا نے نہایت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ میں نے ہندوستان کی یاترا کا بڑا لطف اُٹھایا۔ اسکی پراچین تاریخی یادگاریں۔ اسکی منہ بولتی تاریخ ہے، تاج محل اور خطۂ کشمیر کے پہاڑی مقامات نے تو میرا من موہ لیا۔ بیشک وہاں کی آبادی غریبی کا شکار ہے جسکو دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا لیکن میں سمجھتی ہوں کہ بھارتی جنتا بہت محنت کر رہی ہے، اور جیون ستر کو جلدی ہی اونچا کرنے میں سپھلتا پراپت کر لیگی، لیکن جس چیز کو دیکھکر میرے دل پر سخت چوٹ لگی۔ وہ تھا ان کا اندھ وشواس یا دقیانوسی خیالات اور مورتی پوجا یا بت پرستی، میں یہ دیکھکر حیران رہگئی۔ کہ کس طرح وہ لوگ مورتیوں کے سامنے گھنٹے یا سنکھ اور باجے بجاتے ہیں۔ جیسے کسی خاص گھنٹا یا اوسر پر کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کو ایک روحانی ملک مانا جاتا ہے لیکن حیرانی یہ ہے کہ یہ لوگ بت پرستوں کے سوا اور کچھ نہیں۔ مجھے تو وہ دھرم ہین اور پرکرتی پوجک ہی دکھائی دیئے۔"

سوامی کرپانند جی فرماتے ہیں۔ کہ میں بھارت ورش کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ لیکن امریکہ اور یورپ میں مجھے بیشمار پشچمی لوگوں سے ملکر جو ہندوستان کی سیر و سیاحت کیلئے یہاں آئے اور یہاں کے لوگوں (ہندوؤں) کے متعلق عجیب قسم کے خیالات لیکر یہاں سے لوٹے نہایت ہی دکھ ہوا۔ انکی نقطہ چینی خاص طور پر ہندوؤں کے خلاف تھی۔ جن کو وہ مورتی پوجک خیال کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں ہندو لوگ سوائے بت پرستی یا مورتی پوجا کے کچھ نہیں جانتے۔ ہندو دھرم کے متعلق اس قسم کی غلط فہمی پیدا کرنے والے محض وہ لوگ ہیں جو غیر ملکی سیاحوں اور سیاروں کی رہنمائی کیا کرتے ہیں۔ بڑے جوش و خروش سے مندروں اور مورتیوں کے متعلق ایسی ایسی باتیں انہیں سناتے ہیں (محض دلچسپی پیدا کرنے کی غرض سے) جنکو سنکر وہ اجنبی لوگ حقیقت کو نہ سمجھکر کچھ کی کچھ رائے قائم کر لیتے ہیں۔

یہ امریکن یوگی آگے فرماتے ہیں کہ بچپن میں ہی ہمارے دماغوں پر پرانے زمانے میں مروج بت پرستی جس میں ایشور کی پرتیتی کی تو ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی، خوب نقش کیجاتی تھی یعنی امریکہ کے بچوں کو بچپن میں ہی ایسی بت پرستی کے خلاف سکھشا دیجاتی ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ جہالت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے یہ لوگ نسل انسانی میں سچے مذہب کی نفاست اور خوبیوں کو پہچاننے کیلئے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اس روشنی کی کرنیں ان تک نہیں پہنچ سکیں۔ اس قسم کے اوائلی رواجات کو جو زمانہ جہالت کی خصوصیت سمجھے جاتے ہیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں پھیلے ہوئے دیکھکر جو اپنی روحانیت کیلئے بھی مشہور عالم ہے، واقعی ایک اچنبھا معلوم ہوتا ہے، جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسلئے ہی ہر مغربی محقق کے لئے جو اسکی تہہ میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے یہ

امر بھی باعث حیرت ہے کہ ہندوؤں کی اکثریت جو مورتی پوجک ہیں کسی صورت میں خلاف تہذیب بربریت کے حامی نہیں ہیں۔ بلکہ انہیں کثریت ایسے لوگوں کی ہے جو فلسفانہ روشنی سے منور ہیں اور جن کے ہردیوں میں دائمی سچائیوں کیلئے جو مالک حقیقی کے ظہورات ہیں۔ گہری عقیدت ہے۔ اور ساتھ ہی ان میں عملی طور پر دوسرے مذاہب کے لئے جذبۂ محبت، حقیقی خدمت اور خیرات و بخشش کچھ ایسی خصوصیات ہیں جسکو دیکھکر اجنبی کا سر اپنی لاعلمیت کیوجہ سے خود بخود شرم سے جھک جاتا ہے۔ ایسی گہری روحانی خوبیوں کے مالک بت پرستی کے کس طرح شکار ہو سکتے ہیں؟ ان کے متعلق ایسا خیال کرنا ہی حماقت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ حقیقت میں بت پرستی کے سمندر میں ڈوبے ہوتے ہیں؟ جیسا عام لوگ خیال کرتے ہیں۔ کیا وہ سچ مچ پرم دیو پرماتما، مالک حقیقی کی جگہ مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں؟" اس کا جواب میں ایک کہانی سے دیتا ہوں۔ جو ہندوستان میں مشہور ہے اور سوامی وویکانند جی کے عقیدے کی ایک جھلک جس سے ملتی ہے۔ سوامی جی جن دنوں شمال مغربی بھارت کی یاترہ کر رہے تھے۔ وہ ایک مغربی تعلیم یافتہ ہندو کے ہاں قیام فرما ہوئے، گھر کے مالک نے سوامی جی سے کہا کہ مجھے مورتیوں میں کچھ شردھا نہیں ہے میں انہیں بالکل فضول سمجھتا ہوں" تھوڑی ہی دیر بعد سوامی جی کی نگاہ اس کے باپ کی فوٹو پر پڑی۔ جو دیوار کے ساتھ لٹک رہی تھی سوامی جی چلائے، ارے بھائی اس تصویر کو دیوار سے اُتار دو اور اس پر تھوکو۔ سوامی جی کی یہ آگیا سنکر اس کے دل کو سخت چوٹ لگی۔ اور وہ بول اٹھا۔ کہ یہ تو میرے پتا جی ہیں۔ یہ سنکر سوامی جی مسکرائے اور فرمایا کیا تم اس کاغذ کے ٹکڑے کو اپنا پتا مانتے ہو؟ بیشک نہیں میں اسے پتا تو نہیں مانتا لیکن مجھے پتا جی کی یاد دلا دیتا ہے۔"

سوامی جی نے فرمایا بیشک ایسا ہی ہے تم نے اپنے گھر میں اس کاغذ کے ٹکڑے کو بڑی عزت کی جگہ دے رکھی ہے۔ اس واسطے نہیں کہ یہ کاغذ کا ٹکڑا ہے، بلکہ محض اس لئے کہ یہ تمہیں انکی یاد دلاتی ہے جن سے تمہیں اپنی محبت تھی، اور محض یہی وجہ ہے کہ بھگت جن اپنے گھروں میں پوتر مورتیاں یا دگرہ رکھتے ہیں! یقیناً تم ان کے لئے بودھ یا بدھی ہین خیال نہیں کر سکتے کہ وہ ان انسان کے ہاتھ کی بنی ہوئی پتھر کی مورتیوں یا بتوں کو دیوتے ہی مان لیں، جنکی وہ پوجا کرتے ہیں۔ لوگ یہ بخوبی جانتے ہیں کہ پتھر یا دھات میں کوئی خاص متبرک یا پوتر تا نہیں ہوتا ہے لیکن خاص شکلوں میں ان کو ڈھال کر یا گھڑ کر جنکے درشن انکے ہردوں میں پربھو پرماتما، جگدیشور کے پریم، پوترتا اور کرپا کی یاد دلاتے ہیں اور وہ ان شکلوں یا مورتیوں کی کیول پربھو پرماتما کی خاطر ہی عزت کرتے ہیں۔ جنکی واستو میں وہ پوجا کرتے ہیں کیونکہ پوجا تو دراصل پربھو جگدیشور کی ہی ہوتی ہے۔" اس حالت میں بہت سے لوگوں کو جو مشکل درپیش ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ۔۔۔ مغربی لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کی پوجا یا پرستش نہیں کرنا چاہتے جو البیشور یا مالک حقیقی نہیں ہے مشکلات اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب وہ پرماتما کا تصور کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ ہے۔

جو مقامات کرۂ ارض پر دور دراز واقع ہیں اُن کا بھی ہم صحیح طور پر تصور نہیں کر سکتے۔ اگر ہم نے ایک دفعہ انہیں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو، ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ انکا تصور ان مقامات کے مطابق کریں جو ہم دیکھ چکے ہوں اور یہ بات

کہ اس طرح کی ذہنی تصویریں اکثر غلط ہوتی ہیں اصلیت سے بالکل مختلف۔ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بدیں صورت یہ کس طرح قرین قیاس اور ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی ناشوان چنین شکنی سے اس امر پرماتما یعنی غیر فانی رب عالم کا کس طرح عینی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ ہم اس ذات عظیم کے متعلق کچھ بھی رائے قائم کریں یا اپنے تصور میں اس ذات بے ہمتا کو کیسا ہی سمجھ لیں ایک بات تو بلاشک وشبہ درست ہے وہ یہ کہ ہمارے تصورات لازمی طور پر نامکمل اور ادھورے ہوتے ہیں اگرچہ وہ بالکل غلط نہ بھی ہوں، کیا ایک چیونٹی ہمالیہ پہاڑ کا تصور کر سکتی ہے۔ اسی طرح اپنے خالق عظیم کے لئے بلند سے بلند انسانی تصورات بھی اس کی لا انتہا اور لامحدود عظمت کو غلط حدوں کے اندر محدود کر دیتے ہیں اور اگر ہم اس کا عینی مشاہدہ نہ کر سکیں تو ہم اس سے محبت بھی کیا کر سکتے ہیں۔ بلکہ اس کی عبادت کا آغاز بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہمارے لئے پربھو پرماتما سے پریم تو درکنار اسکی پوجا کا آرمبھ ہی کرنا مشکل ہے۔

خوش قسمتی سے انسان کے لئے یہ از بس ضروری نہیں کہ وہ اپنی روحانی زندگی کے آغاز کے لئے پرماتما کی شکل وصورت کی ایک صحیح تصویر اپنے آئینۂ دل میں قائم کرے جبتک کسی شخص کی مہتو اکانکشائیں یعنی خواہشات عظیم اسے کسی ہستئے برتر و عظیم کی طرف کھینچ کر نہیں لیجاتیں یا اس بلند ترین اصول کی طرف جس کا تصور کرنے کی وہ خود قابلیت رکھتا ہے اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ باقی سب چیزوں کو پرماتما کے ہاتھ میں ہی چھوڑ دے۔ چاہے ہم کسی طریقے سے بھی انیشور پرماتما کی پرستش کریں۔ یہ امر یقینی ہے کہ جوں جوں ہم انکی طرف بڑھتے ہیں وہ خود ہی ہمیں یہ مارگ دکھاتے اور گیان پردان کرتے ہیں کہ ہم ان کے تتو یا اصلیت کو سمجھ سکیں، "مورتیاں" یا وگرہ اس کام میں بہت سہائک ہوتے ہیں کیونکہ آغاز کے لئے کسی چیز کی ضرورت ضرور ہوتی ہے۔ (شروع کرنے کیلئے کوئی چیز ضرور چاہیئے) یعنی یہ وہ چیز ہے جس پر عبادت کی بنیاد رکھی جاتی ہے، عبادت یا پرارتھنا کے لئے ضروری ہے کہ من کو کسی خاص چیز پر کیندری بھوت یا مرکوز کیا جائے اور اس میں مورتیاں ہی ہماری امداد کرتی ہیں۔ ایک دفعہ جب مالسک پرارتھنا میں سپھرتا یا گرتا پراپت ہو جائے تو من سبھاوک طور پر ہی سوکشم سچائیوں کی طرف اکرشت ہو جاتا ہے بھاونی بھاؤ دھیرے دھیرے پوتر ہو کر پریم کی پراکاشٹا یا پورنتا کی اوستھا کو پراپت ہو جاتا ہے جو کیول پربھو کرپا ہی کا پھل ہے۔ ارتھات پربھو کرپا سے ہی یہ اوستھا پراپت ہوتی ہے۔ البتہ انہیں جہاں یوگی پرم ہنس یوگانند جی نے یہی سکھشا دی تھی کہ تامسک مورتی پوجا (یا اصلی بت پرستی) جس کا شاستروں میں کھنڈن کیا گیا ہے وہ انت اور دھرم ویاپک بھگوان کے باہیہ چنہوں سے کچھ تعلق نہیں رکھتا جو پرماتما کے لئے بھکتی بھاؤ بڑھانے میں سہائک ہوتے ہیں وہ نندنیہ (قابل ملامت) پوجا ہے ایسی چیزوں کی جو انسان کو پرماتما سے پرے کھینچ لے جاتی ہیں مثلاً دھن ایمان اور سنساری ویبھو (یعنی دولت شہرت اور دنیاوی طاقت و احتشام) پراتن، اسبھیہ اور گنوار لوگ یعنی زمانہ سابق کے غیر مہذب لوگ پتھر کی بنی ہوئی مورتیوں کی پوجا محض دھن پراپتی یا دنیاوی چیزوں کے حاصل کرنے کی نیت سے ہی کیا کرتے تھے، وہ دراصل ایک ایسے مت کے سنتھاپک ثابت ہوئے جس کو ماننے والے یا پیروکار اس وقت تمام دنیا میں دکھائی دے رہے ہیں، اور جو ان سے بھی بڑھ چڑھکر اس کام میں سنلگن ہیں حقیقت میں یا اصلی معنوں میں بت پرست تو وہ لوگ

ہیں جو جڑ وادی ہیں، مادیت پرست ہیں حصول دولت ہی جن کا مذہب ہے، خواہ نمائشی طور پر کسی مذہب کے پیرو کار بنے ہوئے ہوں "۔ مغربی لوگوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ شروعات دنیا کی بت پرستی میں اور پربھو بھگتی کے بھاؤ کو بڑھانے کے لئے کچھ چنہوں (یا علامات) کے استعمال کرنے میں کیا فرق ہے۔

انسان کی تلاش حق کے دائمی معمہ کے حل کرنے کے لئے باہمی تبادلہ خیالات بڑے بیش قیمت ہو گئے ہیں لیکن نسلی تعصبات اس کے لئے زبردست سدراہ ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ایک زبردست رکاوٹ ہے جو حقیقت کو بھی ہماری آنکھوں سے پوشیدہ رکھتی ہے۔"

مترجمہ

ایک ننھے منے مسلمان کی جنت کی خواہش اور اشتیاق روزہ

جملہ حقوق محفوظ

ننھا اُپاسک عرف روزہ دار

ناشر اوم سرکار

از قلم حقیقت رقم مصور جذبات سوامی اکھنڈ آنند جی پادرس پرم ہنس سنیاسی شری پرم ہنس آشرم ڈیگ ضلع بھرت پور راجستھان ،،

پہلا سین ۔ ایک مسلم گھرانہ

(میاں بیوی اور ایک آٹھ سالہ بچے کا بیٹھے نظر آنا)

میاں۔ نیک بی بی ماہ رمضان مبارک کا چاند نظر آگیا ہے۔ کل سے روزوں کی شروعات ہے۔ جنت کا دروازہ کھل رہا ہے۔ گناہوں کا داغ دھل رہا ہے۔ سچے دل سے کیگئی توبہ اسی مہینے قبول ہوتی ہے۔ خدا کے نیک بندوں پر رحمت خدا اسی مہینے نزول ہوتی ہے۔ سحری کا بندوبست ابھی ہو جانا چاہیئے اور یاد الہٰی کرتے کرتے سو جانا چاہیئے۔

بیوی۔ ہاں مالک! آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے رمضان شریف ہی تمام مشکلات میں مشکل کشا ہے۔ سحری کیلئے سب کچھ موجود ہے۔ اس وقت تو ہر مسلمان سربسجود ہے ہمیں بھی اس مبارک مہینے کی تعریف و توصیف میں کچھ گانا چاہیئے۔ اس چھوٹے سے بچے کے دل پر بچپن ہی میں رمضان شریف کا سکہ بٹھانا چاہیئے۔

میاں۔ کیوں نہیں۔ دونوں کا مل کر گانا"۔

جس کا ہے ایمان مسلّم وہ ہی نیک مسلمان ہے ٭ جنت کا حقدار وہی ہے جسکو پیارا ماہ رمضان ہے
فرض مسلمانوں پر روزہ دیتا قرآن شہادت ہے ٭ بھوکے پیاسے روزہ رکھنا سب سے بڑی عبادت ہے
نیک مقدر جن لوگوں کے رکھتے روزے سارے ہیں ٭ رحمت باری ان پر بھاری اللہ کے وہ پیارے ہیں
کھل گیا جنت کا پھاٹک ہے اس پاک مہینے میں ٭ بحر ظلمت پار کریں گے بیٹھ کے پاک سفینے میں

پورے روزے رکھ کے پارس ہم سب عید منائیں گے
بھوک پیاس کی زحمت سہہ کر رحمت باری پائیں گے

بیٹا۔ امی جان! میں بھی روزہ رکھوں گا۔ میں بھی ثواب کا میٹھا پھل چکھونگا۔ مجھے بھی تم جگا دینا اور سحری مجھے کھلا دینا۔

بیوی۔ بیٹا ابھی تو تو طفلِ ناداں ہے بھولی بھالی ننھی سی جان ہے روزہ رکھکر بڑی بڑی عمر والے بھی گھبرا جاتے ہیں بھوک پیاس سے تلملا جاتے ہیں۔ پر نہال بیٹے خدا تیری عمر دراز کرے اور تو بڑا ہو کر اتنا راسخ الاعتقاد روزہ دار بنے کہ خاندان تو کیا سارا اسلام تجھ پر ناز کرے۔

بیٹا۔ میری اچھی امی! میرے اچھے ابا! میں کل ضرور روزہ رکھونگا۔ اپنے اس نیک ارادے سے کبھی نہیں ہٹونگا۔ مجھے ضرور جگا دینا سحری کھلا دینا روزہ دار بنا دینا۔

(دونوں میاں بیوی کا پیار سے بیٹے کا منہ چوم لینا اور اسے شاباشی اور تسلی دیکر سُلا دینا! اور خود بھی سو جانا۔ ڈراپ سین

دوسرا سین۔ (وہی گھرانہ) ۔ (وقتِ سحر دونوں میاں بیوی کا اٹھ کر سحری کرنا اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو جانا۔)

بیٹا۔ (دن نکلے بیدار ہو کر بستر سے اٹھ کر مایوسانہ انداز میں) دیکھو ابا جان! امی نے مجھے بیدار نہیں کیا۔ آپنے بھی میری دلی آرزو پوری نہیں کی۔ آپ دونوں نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے۔ میری نیک خواہشات کو کچل دیا ہے۔ میرا سارا دن آہ و زاری میں گزریگا۔ بے چینی اور بیقراری میں تڑپے گا یہ

بیوی۔ میرے لال اس عمر میں روزہ رکھا نہیں جا سکتا۔ سارا دن بھوکا پیاسا رہا نہیں جا سکتا۔ اسلئے دیدہ دانستہ تیری باتوں پر دھیان نہیں دیا تھا۔ اور تجھے جگا کر خواہ مخواہ پریشان نہیں کیا تھا۔ بیٹا۔ کیا قرآن پاک میں بچوں پر روزہ ناروا ہے کیا بڑی عمر والوں پر ہی جنت کا دروازہ وا ہے۔ میں نے تو ایسا سنا ہے کہ جو بھی بھوکا پیاسا رہ کر سارے روزے رکھتا ہے۔ وہ آخرت میں جنت کا پھل چکھتا ہے آپ نے خواہ مخواہ میرا ایک روزہ خطا کرا دیا ہے۔ اور میرے حصولِ جنت کی راہ میں روڑا اٹکا دیا ہے۔ ؎

قرآنِ پاک میں ہر اک مسلمان پر روا روزہ — کیا کس واسطے ہے آپ نے میرا خطا روزہ
میں جان سے ہاتھ دھولونگا خداوند کی قسم مجھ کو — اگر امروز کی مانند نہ کل بھی گیا رکھا روزہ

میاں۔ بیٹا غم نہ کر اتنا الم نہ کر۔ اتنی سخت قسم نہ کھا۔ دلکو اتنا ہلکان نہ بنا۔ کل تو ضرور تجھے جگا دیا جائیگا۔ اور تمہارا روزے دار بنا دیا جائیگا۔

بیٹا۔ (دل ہی دل میں) کل تو میں خود ہی جاگتا رہوں گا۔ اب کے ہرگز دھوکا نہیں کھاؤں گا۔ (ظاہرا) ؎

میری امی میرے ابا خدا کی تم پہ رحمت ہو — میرے روزے کی برکت سے میسر دل کو راحت ہو
نہ ہرگز بھولنا کل تو فجر مجھ کو جگا دینا — سکونِ دل ملے مجھکو مجھے سحری کھلا دینا،
میں پورا کر سکوں روزہ مجھے دل سے دعا دینا — نہ پائیں پا میرے لغزش میری ہمت بڑھا دینا

امنگیں میری پوری ہوں میں پورے روزے رکھ پاؤں
وقت کتنی کبھی پیش آئے کبھی پارس نہ گھبراؤں

میاں۔ (دل ہی دل میں) ننھی سی جان ولولوں کا طوفان۔ اتنے پاک ارماں۔ اتنے سے بچے کی کیا اوقات ہے۔ ضرور خدا کی شفقت کا اس کے سر پہ ہاتھ ہے۔ (ظاہرا)

نیک خاتون افطاری کا وقت قریب ہے رات کا کھانا بنا لو اور سحری کے لئے سامان منگا لو۔

بیوی۔ ابھی مجھے سب کچھ منگا لیتی ہوں۔ افطاری اور کھانے کے لئے بھی بنا لیتی ہوں۔ (بیوی کا اپنے کام میں لگ جانا باپ بیٹے کا باہر نکلنا

(ڈراپ سین)

تیسرا سین۔ (وہی گھرانہ)

(دونوں میاں بیوی کا وقت سحر اُٹھ کر سحری کی تیاری کرنا۔ بچّہ کو ماں باپ کے یقین دلانے کے باوجود بات ٹھیر جانے کے کہنا اور والدین کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہونا تینوں سحری کھا کر روزہ رکھنا۔ اور تلاوتِ قرآن میں لگ جانا)

بیوی۔ دن کے بارہ ۱۲ بجے پر بیٹے کا جگر سوکھتے اور چہرہ اُترتے دیکھکر، بیٹا تجھ سے اس گرمی میں بھوکا پیاسا نہیں رہا جائیگا۔ اب بھی روزہ توڑ دے۔

بیٹا:
نہ توڑوں گا کبھی روزہ بھلے ہی جان دیدوں گا ؛ ثوابِ آخرت آخر امی میں مر کے لے لونگا۔
نہ تڑوانا مرا روزہ نہ کرنا پاش دل میرا ؛ لگے دونوں کے سینے میں دھڑکنے کاش دل میرا
امّی ابّا مرے مرنے کا کچھ بھی تم نہ غم کرنا ؛ مرا مقبول روزہ ہو یہی رحم و کرم کرنا
اگر راہِ خدا میں جان جاتی ہے تو جانے دو ؛ مجھے طے کرنے دو منزل مقدر آزمانے دو
مرادیں دلکی پوری ہوں یہی ہے آرزو دل کی ؛ ملے مرکر حیات نو یہی ہے جستجو دل کی

میاں۔ ایمان کے پرستار ننھے روزہ دار تجھے خدا عمرِ خضر عطا فرمائے بارگاہِ ایزدی میں تیرا روزہ مقبول ہو جائے۔ ہم تیری راہ میں روڑا نہیں اٹکائیں گے تجھ سے تیرا روزہ نہیں تڑوائیں گے۔ تجھے مرکر بھی حیاتِ ابدی ملے گی اسی میں بھر پائیں گے۔

بیٹا۔ میرے اچھے ابّا۔ اب مجھے دلی سکون و قرار مل گیا۔ مجھے والدین کا سچّا پیار مل گیا اب میرا روزہ نہیں ٹوٹے گا میرے ہاتھ سے صبر کا دامن نہیں ٹوٹے گا میرے ہاتھ سے صبر کا دامن نہیں چھوٹے گا۔ (لڑکھڑاتی زبان سے) اب با... ام... امی۔ خ.. دا۔ ا.. حافظ (زبان رک جانا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے ابّا اور امّی کو دیکھتے رہنا۔ دونو میاں بیوی کا بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے روندھے ہوئے گلے سے خدا حافظ کہنا

میاں۔ بیٹے کی حالت دم بدم غیر ہوتی جارہی ہے زبان بند ہوگئی آنکھوں میں جھپکی سی آرہی ہے اب اس کی زندگی کی ڈور خداوند کے ہاتھ ہے۔ ہمارے ساتھ شائد اس کا اتنا ہی ساتھ ہے۔

بیوی۔ (چھلکتے ہوئے اشکوں کو آنکھوں ہی آنکھوں میں روک کر) افطاری کا وقت قریب ہے لختِ جگر کی حالت عجیب و غریب ہے چہرے پر تو جلال ہے مگر باقی سارے جسم کا حال بے حال ہے۔ اگر دو گھنٹے سانس اور چلتی رہے۔ زندگی کی ٹمٹماتی شمع جلتی رہے تو روزہ افطار ہو جائے گا۔ اور بیٹا ہوشیار ہو جائے گا۔

میاں۔ یہ تو سب ٹھیک ہے لیکن ایسی حالت میں دو گھنٹے سانس چلنا محال ہے۔ اب اس کا زندہ رہنا خواب و خیال ہے ہاں خدا ہی کوئی معجزہ کردے تو اور بات ہے کیونکہ مارنا جلانا سب اُسکے اپنے ہاتھ ہے۔

بیوی۔ اب تو صرف ایک گھونٹ پانی پر ہی اسکی زندگی کا انحصار ہے حلق سے پانی اُترا اور بیڑا پار ہے۔ پانی کی بوند ٹپکا دو اور اسکی

میاں۔ لیکن بیٹے کے دلی جذبات کا بھی کچھ خیال ہے۔ اُسکے شیشۂ دل ٹوٹنے کا بھی کچھ ملال ہے۔ میں اُسے قول دے چکا ہوں۔ روزہ نہیں تڑوایا جائے گا۔ تیرا دل نہیں دکھایا جائے گا۔ اب تو ؎ راضی ہیں ہم اُسی میں جو ہے رضائے مولےٰ،،

(بیٹے کا جسم ٹھنڈا ہو جانا آنکھیں پتھرا جانا۔ افطاری کی اذان سے چند منٹ پہلے ہی روح کا قفسِ عنصری سے پرواز کر جانا۔ اذان ہوتے ہی دونوں میاں بیوی کا پانی کے گھونٹ سے روزہ افطار کرنا۔ افطاری کا سب سامان یونہی دھرا رہنا بچے کی میت کو کپڑے سے ڈھانپ کر ایک طرف رکھنا بغیر آہ و بکا کئے کفن دفن کی تیاری کرنے لگنا! اچانک دروازے پر فرشتہ خدا کا سائل کے بھیس میں صدا کرنا)

فرشتہ۔ خدا کے نیک خانہ زادوں میں ایک پردیسی روزہ دار ہوں غربت سے مجبور و لاچار ہوں اگر گھر میں کچھ کھانا موجود ہو تو خدا کے نام روزہ افطار کرا دیجئے اور کھانا کھلا دیجئے۔

(افطاری کا رکھا سب پکوان لے کر میاں بیوی دونو کا فوراً دروازہ پر آنا۔) سائل میاں لیجئے۔ روزہ افطار کیجئے۔)

میاں۔ روکھا سوکھا کھانا تناول فرمایئے روزے کی بھوک پیاس مٹایئے! اور ہمارے حق میں دعاء خیر کیجئے۔

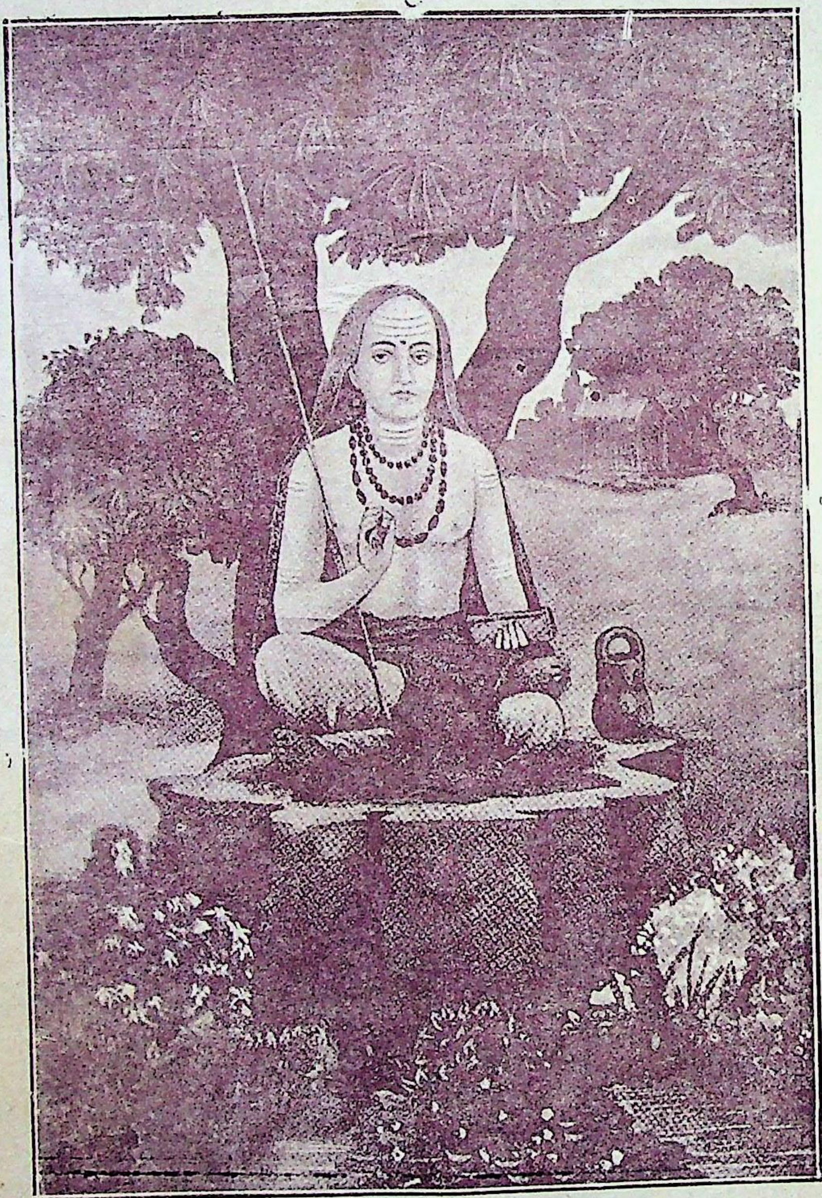
فرشتہ۔ (کھانا کھا چکنے کے بعد) بندگان خدا تم دونو کے چہروں پر اداسی کیوں ہے فکر و غم کی عکاسی کیوں ہے۔ رمضان مبارک میں روزہ داروں کو فکر و غم رنج والم، کہو کہو حقیقت حال کیا ہے؟ میاں بیوی کا سائل کا ہاتھ پکڑ کر گھر کے اندر لے جانا اور بیٹے کی میت کے پاس بٹھا کر میت سے کپڑا اتار دینا۔)

فرشتہ۔ (میت دیکھ کر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ پڑھتے اور میت پر پھونک مارتے رہنا آخر میں پانی کا چھینٹا دم کر کے دینا)

(ظاہرہ) اٹھ اٹھ ننھے روزہ دار ہوشیار ہو۔ حکم خدا سے گہری نیند سے بیدار ہو۔ اپنے غم رسیدہ والدین سے ملنے کے لئے تیار ہو۔ اٹھ اٹھ اور دیکھ تیرے غم میں دونو کا کتنا غیر حال ہے دونو دلوں پر کتنا ملال ہے۔ اٹھ روزہ افطار کر اور دونو کے دلوں کو خوشی سے سرشار کر۔ (لاش میں حرکت ہونا آہستہ آہستہ بچے کا آنکھیں کھولنا فرشتہ کا اپنے دست مبارک سے روزہ افطار کرانے کیلئے اس کے منہ میں ایک چمچہ پانی ڈالنا۔ بچہ کا ہوش میں آ کر ماں باپ کی طرف دیکھ کر مسکرانا، دونوں کا بیٹے سے لپٹ جانا۔ فرشتہ کا غائب ہو جانا۔) ڈراپ سین۔ ڈرامہ ختم۔

پارس سنیاسی ڈیگ نواسی ۲ رمضان المبارک

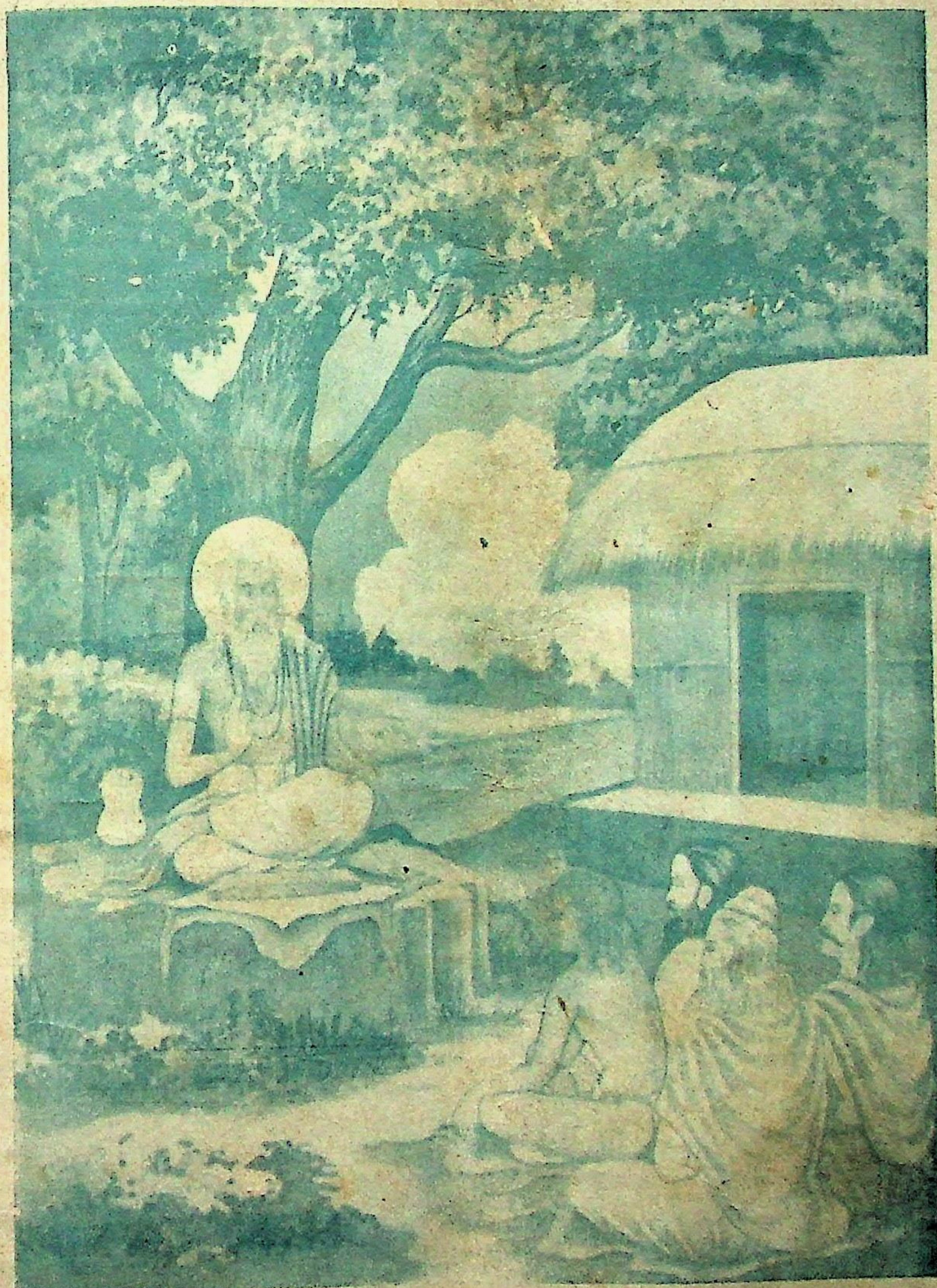




जगद् गुरु स्वामी शंकराचार्य जी

Monthly 'OM' Delhi.

VOL. 37 JULY 1971 Regd. No. D—209



श्री वेद व्यास जी

Only Title Printed by Public Printing (Delhi) Service at B. M. H. Press Ajmeri Gate, Delhi